التبشیر برد التحذیر

علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی

مکتبہ فریدیہ ساہیوال

عرضِ ناشر

غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں حضرت قبلہ علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہٗ کی ذات ستودہ صفات علمی حلقوں میں ہرگز محتاجِ تعارف نہیں آپ جہاں تقریر کے دھنی ہیں وہاں تحریر کے بھی شہنشاہ ہیں۔ آپ کا قلم جس موضوع پر بھی اُٹھا اُس پر آپ نے تحقیق کے دریا بہا دیئے اور پڑھنے والے آپکی جلالتِ علمی پر عش عش کر اُٹھے۔ "الحق المبین"، "تسکین الخواطر"، "میلاد النبی"، "کتاب التراویح" اور اس جیسی دیگر بلند پایہ وگرانمایہ کتابیں آپ کے علمی تبحر کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ آپکو اعلیٰحضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت حضرت قبلہ علامہ الشاہ احمد رضا خان صاحب فاضلِ بریلوی قدس سرہ العزیز سے خصوصی عشق اور لگاؤ ہے اور یہی وجہ ہے کہ جس کسی جاہل و نابکار نے اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی پر اپنی جہالت و کم علمی کی بنا پر کبھی کوئی اعتراض کیا تو آپ نے اپنے نشتر نما قلم سے اُس کا ایسا ردِ بلیغ فرمایا کہ اُسے تا قیامت سر اُٹھانے کی جرأت نہ رہی۔ "الاہداء" اور اس جیسی آپ کی دیگر تالیفات اسی موضوع سے متعلق ہیں۔ غرضیکہ آپ ہمیشہ حق کی حمایت و اعانت اور باطل کی سرکوبی کے لئے سینہ سپر رہے۔ زیرِ نظر کتاب آپ کے تبحرِ علمی کا ایک عظیم شاہکار ہے اور اس میں آپ نے صاحبِ تحذیر الناس مولوی قاسم نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند کی نام نہاد علمیت کا بھانڈا جس طرح عین چوراہے میں پھوڑا ہے وہ خاص آپ ہی کا حصہ ہے۔ اندازِ تحریر ایسا دلنشیں ہے کہ قاری اس کو پڑھنا شروع کرے تو ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ ہر جملہ بے مثل اور ہر لفظ بے نظیر ہے۔ اور پوری کتاب آپ کے بلند ترین علمی معیار کی عکاسی کرتی ہے۔ آپ کی یہ لاجواب تالیف لطیف آج تک منظرِ عام پر نہیں آئی تھی۔

لے غزالیٔ زماں کی تمام تصانیف مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال سے طلب فرمائیں۔

"مکتبہ فریدیہ ساہیوال" کو فخر ہے کہ وُہ یہ عظیم الشان علمی ومعیاری کتاب عمدہ کتابت، بہترین طباعت اور شاندار کاغذ سے مزیّن ومرصّع کر کے آپکی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے نیز اسی موضوع پر حضرت علاّمہ مولانا غلام علی صاحب اوکاڑوی کی غیر مطبوعہ بے نظیر کتاب "التنویر لدفع ظلام التحذیر" بھی ساتھ شامل کر دی گئی ہے۔

امید ہے کہ اہل علم اس کا والہانہ خیر مقدم کریں گے اور ہماری اس کوشش کو تحسین کی نظر سے دیکھیں گے۔ آخر میں ہم جناب محمد صدیق صاحب فانیؔ خوشنویس خانیوال کا پُر خلوص شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے اِس اہم کتاب کی اشاعت کی طرف ہماری توجہ مبذول فرمائی۔

ابو العطاء حافظ نعمت علی چشتی

مالک مکتبہ فریدیہ ساہیوال

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

امابعد ایک کرم فرمانے مجھے ایک خط لکھا تھا۔ جس میں چند سوالات درج تھے ان میں سے بعض کے جوابات "الحق المبین" میں پہلے ہی آگئے تھے۔ اس لئے ان کا اعادہ بے فائدہ تھا۔ ایک سوال میری ذات سے متعلق تھا اور ایک کا تعلق کسی اصولی بحث سے نہ تھا تاہم دونوں کے جوابات زیرِ نظر مضمون میں آگئے ہیں البتہ ایک سوال ایسا تھا کہ اس کی اہمیت کے پیش نظر مستقل حیثیت سے اس کا جواب لکھنا ضروری معلوم ہوا۔ مگر سائل کا طرزِ تخاطب اس قدر جارحانہ تھا کہ جواب کی حیثیت سے اس پر کچھ لکھنا میری افتادِ طبع کے خلاف تھا اس کے باوجود محض اظہارِ حق کی خاطر مجھے یہ مضمون لکھنا پڑا۔ جس میں بحث کے تمام اصولی پہلوؤں کو میں نے اُجاگر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اسی وجہ سے مضمون اتنا طویل ہوگیا کہ اس نے ایک مستقل رسالہ کی صورت اختیار کرلی۔

اس سوال کا مبنیٰ اعلیٰحضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز پر یہ الزام ہے کہ ممدوح موصوف نے "تحذیر الناس" کے مختلف مقامات سے تین نامکمل فقروں کو لے کر ایک فقرہ بنالیا جس سے کفری مضمون پیدا ہوگیا۔ زیرِ نظر مضمون میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔

اس مضمون میں "تحذیر الناس" کی چودہ ۱۴ غلطیاں ہدیۂ ناظرین کی گئی ہیں اور ہر غلطی کے ضمن میں دلائل کے ساتھ تحذیر الناس کے مباحث کا رد کیا گیا ہے۔

آیۂ کریمہ "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین" میں استدراک کی توجیہات علمائے محققین کی تصریحات کی روشنی میں اس انداز سے کی گئی ہیں کہ تحذیر الناس کے تمام اوہام کا ابطال ہوگیا ہے۔ ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ چودہ سو برس میں آج تک کسی عالم دین نے آیۂ مبارکہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبین" کی تفسیر کرتے ہوئے "خاتم النبین" کے معنی "آخر النبین" کو عوام کا خیال قرار دے کر بنائے خاتمیت تاخر زمانی کے سوا کسی اور چیز پر نہیں رکھی۔ نہ آج تک کسی نے نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی ہے۔

اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ اثر عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی تاویل میں نانوتوی صاحب کا مسلک جمہور امت مسلمہ کے قطعاً خلاف ہے حتیٰ کہ بعض اکابر دیوبند نے بھی نانوتوی صاحب کی اس تاویل سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ دیوبند کے مولانا انور شاہ صاحب کشمیری نے "فیض الباری" میں "تحذیر الناس" کی تاویل کا ردِ بلیغ فرمایا ہے، جیسا کہ اس بیان کو پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میری نیت اس تحریر سے اظہار حق کے سوا کچھ نہیں۔ واللہ المستعان وھو حسبی ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ

۲۷ر جولائی ۱۹۶۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

وسیع المناقب .... اصلحکم اللہ تعالیٰ

السلام المسنون

آپ کا طویل دل خراش مکتوب بذریعہ رجسٹری موصول ہُوا۔ جسے پڑھ کر جواب لکھنے کے لئے طبیعت آمادہ نہ ہوئی۔ کیوں کہ آپ کا جارحانہ طرزِ تخاطب اتنا تلخ تھا کہ اس کے احساس نے سنجیدگی کا ساتھ نہ دیا۔ پھر یہ کہ آپ کے اکثر سوالات ایسے تھے جن کے جوابات بارہا دیے جا چکے ہیں۔ میں خود بھی "الحق المبین" میں ان کے جوابات لکھ چکا ہوں۔ بعض سوالات محض جذباتی تھے جن کا تعلق کسی اصولی بحث سے نہ تھا۔ مثلاً علماء بریلی نے قرآن و حدیث اور علوم دینیہ کی کوئی خدمت نہیں کی نہ کوئی تفسیر لکھی نہ حدیث میں کچھ لکھا نہ فنون میں کوئی کتاب لکھی حتیٰ کہ کوئی شرح یا حاشیہ تک لکھنے کی توفیق نہ ہوئی۔ تمام کتب متداولہ پر ہمارے علماء کے شروح و حواشی پائے جاتے ہیں وہی کتابیں آپ لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں وغیرہ وغیرہ

حقانیت کا معیار

حالاں کہ ایک حق پسند انسان اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ حقانیت کا معیار یہ نہیں جو آپ پیش کر رہے ہیں بلکہ ادلہ شرعیہ اور کتاب و سنت کی تصریحات ہی حق کی کسوٹی ہیں اگر ایک بہت بڑے مصنف کے خلاف کوئی شخص استقرارِ حق کا دعوٰے دائر کر دے تو اس کے جواب میں شرعی اور قانونی ثبوت ہی قبول کیا جائے گا۔ یہ نہیں کہ اس مصنف کی

تصنیفات اس کے بری الزمہ ہونے کے لئے کافی ہو جائیں۔ حق و باطل کا فیصلہ دلیل سے ہوتا ہے۔ تصانیف سے نہیں ہوتا۔ پھر یہ کہ علمار بریلی اس حیثیت سے کہ وہ بریلی سے تعلق رکھتے ہیں ہرگز ہمارے مقتداء نہیں بلکہ ان کا مقتداء ہونا اس مسلک کی بنا پر ہے جو سواد اعظم اہلسنت وجماعت کے نزدیک حق ہے خواہ اس مسلک کے حامی بریلی میں ہوں یا دیوبند میں یا کسی اور جگہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس مسلک کے حامی علمار کون ہیں اور انہوں نے علمی دنیا میں کیا کارنامے انجام دیے ہیں تو اس کے متعلق سر دست مجھے کسی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں آئندہ مباحث پڑھ کر آپ خود فیصلہ کرلیں گے کہ علمائے مفسرین و محدثین جن کے علمی کارناموں کا آپ بھی انکار نہیں کر سکتے کس مکتبۂ فکر کے ہم مسلک تھے۔

ایک تلخ حقیقت

اور اگر بریلی کی خصوصیت ہی آپ کے پیش نظر ہے تو بفضلہٖ تعالےٰ میں پورے وثوق کے ساتھ عرض کر سکتا ہوں کہ بریلوی علمار کسی میدان میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ مگر سوء اتفاق سے جاہ و منصب کے پرستاروں، خود ستائی اور شہرت کے متوالوں کی اجتماعی قوتیں جب نشر و اشاعت کے ذرائع پر حاوی ہوگئیں اور انہوں نے اپنے حریفوں کے خلاف ایک مضبوط اور مستقل محاذ قائم کرلیا تو ایسی صورت میں کیوں کر ممکن تھا کہ ان کے کسی مدمقابل کی علمی خدمات منظر عام پر آسکیں، یہ ایک تلخ حقیقت ہے جس کی تفصیل ایک دفتر طویل کو چاہتی ہے۔

معتزلہ کا اہلسنت پر الزام

کچھ بھی سہی اتنی بات کا انکار تو کوئی انصاف پسند آدمی نہیں کر سکتا کہ اپنے مخالفوں کو نیچا دکھانے کے لئے اس قسم کے اوچھے ہتھیار ہمیشہ استعمال ہوتے چلے آئے ہیں۔ جس زمانہ

میں معتزلہ کے علمی کارناموں کا دور دورہ تھا اہلسنت کو اسی طرح موردِ الزام قرار دیا جاتا رہا۔

غیر مقلدین کا امام اعظم پر الزام

غیر مقلدین سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خلاف آج تک یہی کہتے ہیں کہ امام صاحب نے نہ کوئی تفسیر لکھی نہ حدیث ہی کی کوئی خدمت کی صرف ستؔرہ حدیثیں انہیں یاد تھیں انہوں نے ساری عمر قیاس اور رائے کی وادیوں میں گذار دی۔

ظاہریہ، شوافع اور حنابلہ کا علمائے احناف پر الزام

متعصب قسم کے ظاہریہ، شوافع اور حنابلہ وغیرہ علمار احناف کے خلاف یہی کہتے رہے کہ یہ لوگ اصحاب الرائے ہیں نہ انہوں نے کوئی تفسیر لکھی نہ حدیث، محض فقہی مسائل میں اُلجھے رہے بلکہ اس زمانہ میں مرزائی بھی اہلِ حق کے خلاف اس قسم کے اوچھے ہتھیار استعمال کرنے سے باز نہیں آتے۔ یورپ اور امریکہ ممالک میں تبلیغ اسلام کے بلند بانگ مدعی، انگریزی زبان میں بزعم خود تفسیر قرآن لکھنے کے کارناموں کو بیان کر کے زمین و آسمان کے قلابے ملاتے اور اہل حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کیا کوئی حق پسند انسان ان باتوں سے متاثر ہو کر حق و باطل کے اصل معیار سے منحرف ہو سکتا ہے۔

تحریکِ ختم نبوّت میں گرفتار کیوں نہیں ہوئے؟

ایک سوال خاص میری ذات کے متعلق بھی کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تحریکِ

ختم نبوت میں آپ گرفتار کیوں نہیں ہوئے۔ اگرچہ یہ بات اب بے وقت ہے مگر جواباً اتنا ضرور عرض کروں گا کہ جہاں تک عقیدۂ ختم نبوت کا تعلق ہے، میرا یہ مضمون آپ کے سامنے ہے جس کو بغور پڑھنے کے بعد آپ خود فیصلہ کر لیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین ہونا کس کا عقیدہ ہے۔

رہا تحریک کے زمانہ میں گرفتاری کا مسئلہ تو اس کا جواب تو آپ کو اس وقت کے مفتیان حکومت سے پوچھنا چاہیئے تھا۔ میں تو صرف اتنی بات جانتا ہوں کہ جب مجلس عمل کے ارکان مولوی خیر محمد صاحب جالندھری اور مولوی محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم وغیرہ حضرات نے مجھے ملتان کی تحریک کا صدر بنایا تو میں نے اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کرتے ہوئے اپنے فرائض کو بحسن و خوبی انجام دیا جس کی دلیل یہ ہے کہ ہر جگہ یہ تحریک ختم ہونے کے باوجود بھی ملتان میں نہایت پُرامن طریقہ سے آخر تک چلتی رہی۔ لیکن چونکہ میں نے امن عامہ کو بھی برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی تھی اس لئے مجھے گرفتار نہیں کیا گیا۔

قابلِ غور بات

قابلِ غور بات یہ ہے کہ صدر کی کارگزاری تو ارکان عاملہ کے فیصلہ کے مطابق ہی ہوا کرتی ہے اس صورت میں اگر میرا گرفتار نہ ہونا آپ کے نزدیک موجب اعتراض ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مولوی خیر محمد صاحب اور مولوی محمد شفیع کے گرفتار نہ ہونے پر آپ نے کیوں اعتراض نہیں کیا۔

صرف یہ نہیں بلکہ مرکزی مجلس عاملہ کا مرکزی نقطہ تو آپ کے مولوی احتشام الحق تھانوی اور مولوی مفتی محمد شفیع دیوبندی تھے اب آپ مجھے بتائیں کہ ان کے گرفتار نہ ہونے میں کیا راز تھا،

ے اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت ✽ دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

خلاصہ یہ کہ آپ کے دِل خراش طرزِ تخاطب اور فرسودہ سوالات کے پیشِ نظر قلم اُٹھانے کو دل نہ چاہتا تھا مگر اس کے باوجود آپ کو جواب دینے کی غرض سے نہیں بلکہ حق کو واضح کرنے کے لئے صرف ایک سوال کا جواب حوالۂ قلم کرتا ہوں جو باوجود فرسودہ ہونے کے اہمیت رکھتا ہے اور بابِ عقائد میں اسے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

لیکن یہ عرض کردوں کہ میں بہت عدیم الفرصت ہوں اسلئے آپ میری اس تحریر کو پہلی اور آخری تحریر تصور فرمائیں۔ اگر آپ نے انصاف کی نظر سے میرا یہ مضمون پڑھا تو انشاء اللہ دوبارہ کچھ لکھنے کی آپ کو ضرورت پیش نہ آئے گی۔ البتہ تعصب سے کام لیا گیا تو کسی مرحلہ پر بھی آپ مطمئن نہیں ہو سکتے۔

مختصراً یہ کہ اگر اس تحریر کے بعد آپ مزید وضاحت کے طالب ہوں تو خط لکھنے کی بجائے آپ خود میرے پاس تشریف لے آئیں انشاء اللہ تعالےٰ زبانی معروضات سے دریغ نہ کرونگا۔ مگر بار بار تحریر کے لئے میرے پاس وقت نہیں، لہٰذا آئندہ اس سلسلہ میں کسی تحریر کی آپ مجھ سے توقع نہ رکھیں۔

میں نے اپنے اس مضمون میں بحث کے اہم ترین پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر آپ نے اسے بغور پڑھ لیا تو مجھے اُمید ہے کہ آپ پر اپنے بقیہ سوالات جن کے جوابات "الحق المبین" میں آگئے ہیں کی حقیقت بھی منکشف ہو جائے گی۔ اور آپ سمجھ جائیں گے کہ ان کا اعادہ تضییع اوقات کے سوا کچھ نہیں۔ اظہارِ حق کے لئے یہی ایک مضمون کافی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ

سوال کا خلاصہ اور اس کا جواب

آپ کے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے تحذیر الناس کے تین بے ترتیب اور نامکمل فقروں کو مسلسل کلام میں ایک فقرہ بنا کر کفری مضمون پیدا کر لیا۔ اس کے متعلق میری گذارش یہ ہے کہ:

یہ صحیح ہے کہ اعلحضرت بریلوی قدس سرہ العزیز نے تحذیر الناس کی تین عبارتوں کو مسلسل کلام میں بیان فرمایا ہے لیکن حضرت موصوف پر یہ الزام سراسر غلط ہے کہ انہوں نے ناتمام فقروں کو مختلف صفحات سے لے کر ایک ہی فقرہ بنا ڈالا۔ حقیقت یہ ہے کہ حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی تین مستقل عبارتوں کا خلاصہ مسلسل کلام میں بیان کر دیا گیا ہے۔ حسام الحرمین کی عبارت حسب ذیل ہے:۔

قاسم النانوتوی صاحب تحذیر الناس وھو القائل فیہ لو فرض فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم بل لو حدث بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذالک بخاتمیتہ وانما یتخیل العوام انہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی اٰخر النبیین مع انہ لا فضل فیہ اصلاً عند اھل الفہم (حسام الحرمین ص۱)

تحذیر الناس کی تین مستقل عبارتوں کا خلاصہ

اس عبارت میں تحذیر الناس کی تین مستقل عبارتوں کا خلاصہ بیان

کیا گیا ہے وہ تین عبارتیں حسب ذیل ہیں:۔

(۱) "غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

ص ۱۳

(۲) "ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔"

ص ۲۳

(۳) "بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے اھ ص ۳

عبارت ۱ میں لفظ خاتم میں ختم کو جس معنی میں تجویز کر کے یہ کہا گیا کہ "اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا باقی رہتا ہے۔" وہی معنی

مرزائی تجویز کرتے ہیں اور یہ ایسے معنی ہیں جنہیں اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کسی نے تجویز نہیں کیا۔

اعتراض غلط ہے

آپ کا یہ اعتراض کہ حسام الحرمین میں تین مختلف صفحات سے بے ترتیب تین ناتمام فقروں کو لے کر ایک ہی فقرہ بنا ڈالا قطعاً غلط ہے۔ ہم نے تحذیر الناس کے وہ تینوں بے ترتیب فقرے مختلف صفحات سے خط کشیدہ صورت میں نقل کر دیئے ہیں اور ساتھ ہی زائد عبارت بھی نقل کر دی ہے تاکہ ہر فقرہ کا تمام یا ناتمام ہونا اچھی طرح واضح ہو جائے نیز ان کے مضمون کا وہ خلاصہ بھی ذہن نشین ہو جائے جسے حسام الحرمین میں بیان کیا گیا ہے۔

تینوں فقرے مستقل ہیں ہر منصف مزاج آدمی تحذیر الناس کے منقولہ بالا تینوں فقروں کو پڑھ کر یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گا کہ یہ تینوں مستقل فقرے ہیں۔ ص ۱۳ والے فقرے کا صاف وصریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو جاتا تب بھی حضور علیہ السلام والصلوٰۃ کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ فرق نہ آتا۔ "بالفرض" کے لفظ سے "پیدا" ہونے کے معنی نکلتے ہیں۔ کیوں کہ پہلے انبیاء میں کسی نہ کسی نبی کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں ہونا تو امر واقعی ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام۔ امر واقعی کو "بالفرض" سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اس لئے زمانہ نبوی میں کہیں کسی اور نبی کا ہونا مطلقاً "ہونے" کے معنی نہیں دیتا بلکہ پیدا ہونے کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک مستقل مضمون ہے۔ جسے مستقل فقرہ میں صاحبِ تحذیر الناس نے بیان کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جدید نبی ص ۲۳ والے دوسرے فقرے کا واضح اور

روشن مفہوم یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اگر کوئی جدید نبی مبعوث ہو جائے تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبین ہونے میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ یہ بھی ایک مستقل مفہوم ہے، جسے مکمل عبارت میں صاحبِ تحذیر الناس نے بیان کیا ہے۔

صـ۳ والے تیسرے فقرے کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ "تاخر زمانی میں فضیلت ماننا اور خاتم النبین کے یہ معنی سمجھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں عوام کا خیال ہے سمجھدار لوگوں کے نزدیک اس میں کچھ فضیلت نہیں لہذا یہ معنی غلط ہیں کیوں کہ اگر یہ معنی صحیح ہوں تو مقام مدح میں اللہ تعالےٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین فرمانا غلط ہو جائیگا"۔ یہ مضمون بھی مکمل ہے جسے مستقل عبارت میں لکھا گیا ہے۔

تینوں عبارتوں کا مطلب

ان تینوں عبارتوں اور ان کے واضح مطالب کو دیکھنے اور سمجھنے کے بعد یہ کہنا کہ نامکمل اور بے ترتیب فقروں کو جوڑ کر کفریہ معنی پیدا کئے گئے ہیں سراسر ظلم اور زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟ تحذیر الناس کی ان تینوں عبارتوں کو ترتیب سے پڑھا جائے یا بے ترتیب۔ ایک عبارت کو پڑھا جائے یا تینوں کو۔ ہر ایک کا وہی مطلب ہوگا جو بیان کیا جا چکا ہے۔ اور یہ تینوں عبارتیں اسلام کے تین اصولی عقیدوں کے خلاف ہیں۔

(۱) حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بھی کسی نبی کا پیدا ہونا اسلامی عقیدہ کے منافی ہے مگر تحذیر الناس کی پہلی عبارت میں صاف مذکور ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی (پیدا) ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ صـ۱۳

(۲) دوسری عبارت میں واضح طور پر مذکور ہے کہ "بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ صـ۲۳

حالاں کہ بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیتِ محمدی میں ضرور

فرق آئے گا۔ حضور کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا اسلام کے بنیادی عقیدہ کے قطعاً مخالف ہے۔

(۳) تیسری عبارت میں بھی صاف صاف مذکور ہے کہ "عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔

(ص۳)

ہر مسلمان قطعاً یقیناً جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبین ہونا بلاشبہ اسی معنی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ یہ عقیدہ اور اسی طرح پہلے دونوں عقیدے اسلام کے ان بنیادی عقائد میں سے ہیں جن کا منکر مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اعلحضرت پر الزام غلط ہے

ہم نے واضح کر دیا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام قطعاً بے بنیاد ہے کہ انہوں نے تحذیر الناس کے تین نامکمل غیر مرتب فقروں کو ملا کر ایک کفریہ مضمون پیدا کر دیا۔ بنظر انصاف دیکھنے والا اور کہے گا کہ یہ الزام دروغ بے فروغ ہے بلکہ تحذیر الناس کی ہر عبارت اپنے مضمون میں مکمل اور مستقل ہے۔ اور تینوں میں سے ہر ایک عبارت اسلام کے اصولی اور بنیادی عقیدہ کے خلاف غیر اسلامی نظریہ کی حامل ہے۔

دوسرا اعتراض اور اس کا جواب

حسام الحرمین کی عبارت پر دوسرا اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ تحذیر الناس کی عبارت یہ ہے

کہ "اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔"

لیکن حسام الحرمین میں اس کا عربی ترجمہ یوں کیا گیا کہ " لا فضل فیہ اصلاً عند اھل الفھم

"بالذات" کا لفظ اڑا دیا گیا جس سے تحذیر الناس کی عبارت میں کفری معنی پیدا ہو گئے۔ مگر اعتراض کرنے والوں نے یہ نہ دیکھا کہ اسی تحذیر الناس میں اسی عبارت کے آخر میں یہ بھی موجود ہے: کہ

" پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔"

اس کا صاف اور صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کا سب سے آخری نبی ہونا معاذاللہ اس قابل ہی نہیں کہ اس کو حضور کی مدح و تعریف میں بیان کیا جائے تو مطلقاً اس وصف مبارک میں فضیلت ہونے کا انکار ہوا۔ ایک عام انسان بھی جانتا ہے کہ مقام مدح میں ذکر کرنے کے لئے کسی وصف کا محض فضیلت ہونا کافی ہے۔ عام اس سے کہ وہ بالذات ہو یا بالعرض۔ دیکھئے نانوتوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماسوا تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو بالذات نہیں بلکہ بالعرض مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں ان کے وصفِ نبوت کا ذکر مقام مدح میں جا بجا وارد ہوا ہے جس کا انکار نانوتوی صاحب بھی نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا کہ مقام مدح میں کسی وصف کے ذکر کی صحت اس کے بالذات فضیلت ہونے پر موقوف نہیں، بلکہ مطلقاً فضیلت ہونا بھی صحت ذکر کے لئے کافی ہے، جب نانوتوی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہونا محض عوام کا خیال ہے اور وہ اس صورت میں یعنی خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین ہونے کی تقدیر پر لفظ خاتم النبیین کو مقام مدح میں بیان کئے جانے کو صحیح نہیں مانتے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ ان کی عبارت میں بالذات کا لفظ بالکل مہمل اور بے معنی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے میں ان کے نزدیک کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔ ورنہ وہ آخر النبیین کے معنی میں لفظ "خاتم النبیین" کے ذکر کو مقام مدح میں بلا تامل صحیح قرار دیتے۔ یہ ادعائے عدم صحت اس حقیقت پر آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے کہ صاحبِ تحذیر الناس کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری نبی ہونے میں کوئی اصلاً فضیلت نہیں۔ لہٰذا اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی

اُردو عبارت کا جو مطلب عربی میں بیان فرمایا ہے وُہ بالکل صحیح ہے۔ انہوں نے تحذیر الناس کی ہر سہ عبارات کے مطالب و معانی کو نقل کیا ہے۔ الفاظ و کلمات کی نقل کا حسام الحرمین میں کسی جگہ دعویٰ نہیں فرمایا۔ اگر کوئی شخص حسام الحرمین میں نقل الفاظ کے دعویٰ کا مدعی ہے تو وہ اس پر دلیل لائے۔ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ وُہ نقل الفاظ و کلمات کا دعوےٰ ثابت نہ کر سکے گا۔ اُور اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ نقل بالمعنیٰ کے لئے الفاظ و کلمات کو بعینہا نقل کرنا قطعاً ضروری نہیں۔ لہٰذا حسام الحرمین میں بالذات کا لفظ نہ ہونا ہرگز خیانت پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

مختصر یہ کہ حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی مختلف مقامات سے جو تین عبارتیں نقل کی گئی ہیں وہ ناتمام فقرے نہیں ہیں بلکہ مستقل عبارتیں ہیں پورے پورے جملے ہیں اُور ان میں سے ہر ایک جملہ بجائے خود ایک غیر اسلامی عقیدے کو بیان کرتا ہے ان کی ترتیب بدل جانے سے ان کے مطالب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

وصف نبوت بالذات و بالعرض اُور ختم ذاتی و زمانی

ساری اُمّتِ مسلمہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ختم زمانی کے معنی تو ظاہر ہیں کہ حضور علیہ السلام تمام انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد تشریف لائے اُور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ سب نبیوں کے بعد ہُوا۔ نانوتوی صاحب اس ختم زمانی میں کچھ فضیلت نہیں مانتے حتیٰ کہ مقام مدح میں اس کا ذکر ان کے نزدیک صحیح نہیں جیسا کہ تحذیر الناس کی عبارت ص۳ سے ہم نقل کر چکے ہیں۔

چھ زمینوں میں چھ خاتم النبیین

اصل بات یہ ہے کہ اثر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تسلیم کر لینے کے بعد اس کی توجیہہ کرتے ہوئے ہمارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بقیہ چھ زمینوں میں جو چھ خاتم النبیین نانوتوی صاحب نے تجویز کئے ظاہر ہے کہ اس کے پیشِ نظر اثر مذکور دو وجہ سے آیہ کریمہ

"ولکن رسول اللہ وخاتم النبین" کے مخالف قرار پاتا ہے ایک یہ کہ اس آیت میں "وخاتم النبین" کے معنی ساری امت کے نزدیک "آخر النبین" ہیں جس کا مفاد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثتِ دنیوی کا زمانہ سب نبیوں کی بعثت کے بعد ہے اور یہ امر بدیہی ہے کہ جس طرح "قبلیت" "بعدیت" کے معارض ہے اسی طرح "معیت" بھی "بعدیت" کے منافی ہے۔ لہذا کسی نبی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مبعوث ہونا دونوں باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "خاتم النبین" بمعنی "آخر النبین" ہونے کے خلاف ہیں۔

دوسرے یہ کہ مقام مدح میں وصف مدح کا ممدوح کے ساتھ خاص ہونا ضروری ہے۔ جب اثر مذکور صحیح مان کر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مزید چھ خاتم النبین تسلیم کر لئے تو "خاتم النبین" ہونا ہمارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خصوصی نہ رہا۔ لہذا آیہ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبین" باوجود مقام مدح میں وارد ہونیکے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح نہ رہی۔

ایک نیا راستہ: نبوّت کی تقسیم

ان دونوں باتوں کا مقتضا یہ ہے کہ اثر مذکور معلل قرار دے کر ساقط الاعتبار کر دیا جاتا یا اس کی ایسی تاویل کی جاتی کہ مذکورہ بالا دونوں خرابیوں کا انسداد ہو جاتا، جیسا کہ محققین محدثین نے کیا ہے۔ لیکن مصنف تحذیر الناس نے ایک نیا راستہ نکالا۔ اثر مذکور کی بجائے آیۂ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبین" کو اپنی تاویلاتِ فاسدہ کا تختۂ مشق بنالیا۔ وصف نبوّت کو "بالذات" اور "بالعرض" کی طرف تقسیم کیا۔ دیکھئے وہ کہتے ہیں:-

> "آپ موصوف بوصف نبوّت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں۔" (تحذیر الناس صـ ۴)

اور آیۂ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبین" کے معنی بیان کرتے ہوئے صاف کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا خاتم النبین ہونا بایں معنی کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابقین کے زمانہ کے

بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، عوام کا خیال ہے۔ بنائے خاتمیت تاخر زمانی کے بجائے نبوت بالذات کو قرار دیا۔

نبوت بالذات کو بنائے خاتمیت قرار دینا باطل ہے۔

بالذات اور بالعرض کی تقسیم شرعاً باطل ہے تو وصف نبوت بالذات کو بنائے خاتمیت قرار دینا بداہتہً باطل ہے۔ اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وصف ذاتی اور اصلی وصف عرض اور غیر اصلی سے افضل ہوتا ہے۔ لہذا ذاتی نبوت عرضی نبوت سے افضل قرار پائیگی۔ جیسا کہ خود صاحب تحذیر الناس نے تسلیم کیا ہے۔ اس تقدیر پر نفس نبوت میں تفضیل کا قول کرنا پڑے گا۔ جو قرآن وحدیث اور علمائے امت کے مسلک کے منافی ہے۔ دیکھئے قرآن کریم میں ہے۔" لا نفرق بین احد من رسلہ۔" اس آیۂ کریمہ میں عدم تفریق من حیثیت النبوۃ والرسالۃ ہے۔ روح المعانی پارہ ۳ ص میں ہے:

" لان المعتبر عدم التفریق من حیث الرسالۃ دون سائر الحیثیات" اھ

اور تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۶۹ میں ہے:

" بل معنی الآیۃ لا نفرق بین احد من رسلہ وبین احد من غیرہ فی النبوۃ " اھ

اور ابوالسعود بہامش الکبیر جلد ۲ ص ۵۷۳ میں ہے:

" لا نفرق بین احد من رسلہ ...... لان المعتبرہ عدم التفریق من حیث الرسالۃ دون سائر الحیثیات الخاصہ " اھ

نبوت اور رسالت میں ذاتی وعرضی کی تفریق باطل ہے۔

مفسرین کرام کی عبارات کی روشنی میں آیۂ کریمہ کا مفہوم صاف طور پر واضح ہوگیا کہ نبوت اور رسالت میں ذاتی اور عرضی کی تفریق اور

اس بنا پر ادعائے تفضیل قطعاً باطل ہے۔

نفس نبوت میں تفضیل ممنوع ہے

اسی طرح حدیث شریف سے بھی ثابت ہے۔ کہ نفس نبوت میں تفضیل ممنوع ہے۔ دیکھئے حدیث شریف میں وارد ہے:

"لا تخیرونی علی موسیٰ الحدیث (مرفوع عن ابی ہریرہ بخاری جلد اول جزو ۹ باب الخصومات ص ۳۲۵)

عینی شرح بخاری میں ہے:

"الخامس انہ نہی عن التفضیل فی نفس النبوۃ لا فی ذوات الانبیاء علیہم السلام وعموم رسالتہم وزیادۃ خصائصہم وقد قال تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض (عینی جلد ۶ ص ۶۸ طبع قدیم)

اس حدیث کے تحت حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

"وقیل النہی عن التفضیل انما ہو فی حق النبوۃ نفسہا لقولہ تعالی لا نفرق بین احد من رسلہ ولم ینہ عن تفضیل بعض الذوات علی بعض لقولہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض اھ (فتح الباری جلد ۶ ص ۳۲۶ طبع مصر)

علامہ قسطلانی بھی شرح بخاری میں حدیث "ما ینبغی لاحد ان یقول خیرا من ابن متی" کے تحت انہی الفاظ میں رقمطراز ہیں۔ دیکھئے قسطلانی کتاب التفسیر سورہ صافات جلد سابع ص ۳۱۵

"ای فی نفس النبوۃ اذ لا تفاضل فیہا نعم بعض النبیین افضل من بعض کما ہو مقرر اھ"

نیز اسی صفحہ پر آٹھ سطر کے بعد فرماتے ہیں :

ونفس النبوۃ لا تتفاضل فیہا اذ کلہم فیہا علی حد سواء کما مر "

اسی طرح بخاری شریف جلد اول ص۴۸۴ باب وفات موسٰی علیہ السلام کے حاشیہ میں حدیث " لا تخیرونی علی موسی " پر مرقوم ہے ۔

" قولہ لا تخیرونی علی موسی ۔ وقیل النہی عن التفضیل انما ھو فی حق النبوۃ نفسہا لقولہ تعالٰی لا نفرق بین احد من رسلہ لا فی ذوات الانبیاء وعموم رسالتہم لقولہ تعالٰی تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض اھ

نیز حاشیہ بخاری میں حدیث " ولا اقول ان احدا افضل من یونس بن متی " جلد اول ص۴۸۵ پر مسطور ہے :

" قولہ لا اقول ان احدا افضل اھ ای لا اقول ان احدا خیر من یونس من تلقاء نفسی ولا افضل علیہ احدا من حیث النبوۃ " اھ

عبارات منقولہ کی روشنی میں یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہوکر سامنے آگئی کہ ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کسی نبی کی نبوت میں دوسرے نبی کی نبوت کے بالمقابل کوئی فرق نہیں پایا جاتا ۔ نہ کسی نبی کا وصف نبوت کسی دوسرے نبی کے وصف نبوت سے کم و بیش ہو سکتا ہے ۔ " لا تفضیل فی النبوۃ " نفس نبوت میں قطعاً کو تفضیل نہیں ، البتہ ذوات انبیائے کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں خصوصیات کی بنا پر ضرور تفضیل ہے ۔ قال اللہ تعالٰی تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض " لہٰذا صاحب تحذیر الناس نے اپنے مذہب جدیدہ کی عمارت جس بنیاد پر قائم کی تھی وہ بنیاد ہی ختم ہوگئی ، اب عمارت کی بقا کیوں کر متصور ہو سکتی ہے ؟

ایک اعتراض کا جواب

"الفرقان" وغیرہ میں کم فہمی یا مغالطہ کی بنا پر یہ کہا گیا ہے۔ کہ ہمارا تمہارا دونوں کا متفق علیہ مسلک ہے کہ کسی کا کوئی کمال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کے بغیر نہیں ملا اور نبوت بھی کمال ہے۔ وہ حضور کے واسطہ کے بغیر کسی کو کیوں کر مل سکتی ہے؟ لہذا ماننا پڑے گا کہ ہر نبی کو وصف نبوت بواسطہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دیا گیا اور بالذات اور بالعرض سے یہی مراد ہے۔

اس کے جواب میں گذارش کروں گا کہ یہ ایک عجیب قسم کا مغالطہ ہے جس سے جہلا ء تو متاثر ہو سکتے ہیں مگر ذی علم انسان کی نظر میں اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ نانوتوی صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصفِ نبوت کے ساتھ بالذات موصوف مانا ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے تحذیر الناس میں لکھا ہے:

"تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصّہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے معلوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔" تحذیر الناس ص۳

آگے چل کر لکھتے ہیں:-

"الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے۔"

تحذیر الناس ص۳

ان دونوں عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک وصف ذاتی سے وہ وصف مراد ہے جس پر وصف عرضی کا قصہ ختم ہو جائے جیسا کہ انہوں نے خدا کے لئے

کسی اَور خدا کے نہ ہونے کی یہی وجہ بیان کی ہے۔

لیکن امّت مسلمہ کے نزدیک حصول کمال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ ہونے سے یہ مراد نہیں، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر کمال کے حصول میں واسطہ ہیں خواہ وہ نبوّت ہو یا غیر نبوت حتیٰ کہ حصول ایمان میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ ہیں۔ نانوتوی صاحب بھی اسی کے قائل ہیں چنانچہ انہوں نے تحذیر الناس میں ارقام فرمایا:

"اور یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض۔" تحذیر الناس ص۱۲

مگر آج تک کسی نے نہیں کہا کہ معاذ اللہ ایمان، علم، عمل، ایقان، ہدایت و تقویٰ کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا اَور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مومن نہیں ہوا نہ صالح نہ متقی نہ مہتد۔ العیاذ باللہ بلکہ یہ سب اوصاف و کمالات اب بھی جاری ہیں اَور آئندہ بھی جاری رہیں گے اَور نبوّت کے جاری نہ ہونے کی یہ وجہ آج تک کسی نے بیان نہیں کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام میں اس وصف کے عرضی ہونے کی وجہ سے موصوف بالعرض کا سلسلہ موصوف بالذات پر ختم ہو گیا، بلکہ محض اس لیے کہ آیۂ کریمہ "ولکن رسول اللہ و خاتم النبین" اَور اسی طرح احادیث متواترۃ المعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے پر دلالت قطعیہ کے ساتھ دال ہیں۔ ورنہ اگر وصفِ ذاتی کی بنا پر امتِ مسلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر سلسلہ نبوت ختم ہونے کی قائل ہوتی تو اسے بقیہ تمام اوصاف کو بھی اسی اتصاف ذاتی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کرنا پڑتا یعنی اس امر کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا کہ نبوّت کے ساتھ ایمان و ایقان، عمل و ہدایت و تقویٰ وغیرہ تمام اوصاف حسنہ بلکہ سب کمالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے، اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاذ اللہ نہ کوئی مومن ہے نہ متقی، نہ صالح نہ عالم، کیوں کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو گیا۔ مگر ایسی بات

کا تسلیم کرنا تو درکنار اس کا تصور بھی اسلامی ذہن کے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔

واسطہ کمالِ نبوت ہونا اور نبوت سے بالذات متصف ہونا ایک بات نہیں

معلوم ہوا کہ امت مسلمہ کے مسلک کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ کمال نبوت ہونا اور صاحبِ تحذیر الناس کے قول کے مطابق حضور کا کمال نبوت سے متصف بالذات ہونا ایک بات نہیں۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نانوتوی صاحب کے قول پر نفس کمال نبوت میں تفضل کا قول کرنا پڑتا ہے جس کا بطلان ہم ابھی کتاب و سنت اور اقوال مفسرین و محدثین سے بیان کر چکے ہیں۔ اور امت مسلمہ کے مسلک کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جس کی حقانیت پر آیہ کریمہ "تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض" شاہد عدل ہے۔

الحمد للہ اس بیان کی روشنی میں "الفرقان" کا یہ اعتراض ھباءً منثورا ہو گیا اور حقیقت واقعیہ واضح ہو کر سامنے آگئی۔

موصوف بالذات کے لئے تاخر زمانی کا لزوم

البتہ اس مقام پر پرستارانِ تحذیر کو سوچنا پڑے گا کہ موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کے سلسلہ کو ختم کرنے تاخر زمانی کے لزوم کا قول کیسے قبیح نتائج پر منتج ہوتا ہے۔ اس قول کی بنا پر سدّ باب نبوت ہی کے لزوم پر بات ختم نہیں ہوتی بلکہ ایمان و ایقان، علم و عمل، ہدایت و تقوےٰ غرض ہر خوبی اور ہر کمال کا دروازہ بند ہونا لازم آتا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس طرح کسی نبی کے آنے کے استحالہ کا لزوم مانا گیا ہے۔ اسی طرح مومن صالح متقی مہتدی کے وجود کو بھی حضور کے بعد محال ماننا پڑتا ہے۔ کیوں کہ تحذیر الناس کا بنیادی نکتہ ہی یہ ہے کہ موصوف بالذات کے لئے تاخر زمانی لازم ہے۔

اصل مبحث

تحذیر الناس کی متنازعہ عبارات کے مطالب کی توضیح کے لئے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے یہ بتائیں کہ رسالہ تحذیر الناس کس مسئلہ پر لکھا گیا ہے۔ بنابریں گذارش ہے، کہ اس رسالہ تحذیر الناس کی بنیاد ایک استفتاء پر ہے، جو قول منسوب الی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے متعلق نانوتوی صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اور انہوں نے اس کے جواب میں رسالہ تحذیر الناس تحریر کیا۔ وہ قول مذکور حسب ذیل ہے:

ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراھیم کابراھیمکم و عیسیٰ کعیساکم و نبی کنبیکم (تحذیر ص۳)

ترجمہ بیشک اللہ تعالےٰ نے سات زمینیں پیدا کیں، ہر زمین میں آدم ہے تمہارے آدم کی طرح اور نوح ہے تمہارے نوح کی طرح اور ابراہیم ہے تمہارے ابراہیم کی طرح اور عیسیٰ ہے تمہارے عیسیٰ کی طرح اور نبی ہے تمہارے نبی کی طرح۔

(علی نبینا وعلیھم الصلوٰۃ والسلام ناقل)

کتاب اللہ کو تاویلات کا تختۂ مشق بنا ڈالا

اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ ساتوں زمینوں میں ایک ایک نبی بلکہ خاتم النبین پایا جاتا ہے۔ لہٰذا ہمارے رسولِ کریم خاتم النبین کے علاوہ چھ خاتم بقیہ چھ زمینوں میں مزید ثابت ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس قول کی صحت میں علمائے محدثین کا اختلاف ہے۔ مگر صاحب تحذیر الناس نے اسے صحیح مان کر جواب لکھا ہے۔ چونکہ اس روایت کا مضمون آیہ کریمہ " ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے خلاف ظاہر ہوتا تھا۔ اس لئے صاحب تحذیر الناس نے اس بات کی کوشش کی کہ اس ظہور تخالف کو کس طرح دور کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے بجائے اس کے کہ وہ اس مختلف فیہ قول میں کوئی تاویل کرتے انہوں نے قرآن کریم کی آیہ کریمہ اور کتاب اللہ کی نص صریح کو اپنی تاویلات کا تختہ مشق بنا ڈالا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:-

بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں، کیا فرق ہے۔ جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہے کیونکہ اہل کمال کے کمالات کا ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ایسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو

تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔ باقی یہ احتمال کہ دین آخری دین تھا اس لئے سدِ باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کرکے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حدذاتہ قابل لحاظ ہے۔ پر جملہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک دوسرے کو عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو مستدرک قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سدِباب منظور ہی تھا تو اس کے لئے بیسیوں موقع تھے۔ بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدِ باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہوجاتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا" تحذیر الناس ص ۳

اس عبارت میں صاحب تحذیر الناس نے مندرجہ ذیل غلطیاں کی ہیں جن کا ارتکاب مضمون آیت کے بالکل خلاف اور اسلامی عقائد کے صریح منافی ہے۔

تحذیر الناس میں نانوتوی صاحب کی غلطیاں

غلطی ۱: نانوتوی صاحب نے ایک ایسی روایت کی حمایت میں جس کی صحت محدثین کی نظر میں محل نظر ہے اور اس کا ظاہر مفہوم بھی آیہ قرآنیہ کے اجماعی مفہوم کے خلاف ہے، کلام الٰہی میں تاویلات فاسدہ کیں۔

غلطی ۲: قرآن میں لفظ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین مراد لینا عوام کا خیال بتایا۔

غلطی ۳ اہل فہم کے نزدیک تاخر زمانی کے وصف کو اس قابل نہ مانا کہ اسے مقام مدح میں ذکر کیا جائے۔

غلطی ۴ تاخر زمانی کی تقدیر پر آیۂ کریمہ کے دونوں جملوں کو غیر مربوط اور استدراک کو غیر صحیح قرار دیا۔ جو اللہ تعالےٰ کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔

غلطی ۵ آیہ کریمہ میں لفظ خاتم النبین کو بمعنی آخر النبین تسلیم کرنے پر اللہ تعالےٰ کے حق میں معاذ اللہ زیادہ گوئی کا وہم پیدا کیا۔

غلطی ۶ آیہ کریمہ میں لفظ خاتم النبین سے آخری النبین مراد لینے کی صورت میں معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال قائم کیا۔

غلطی ۷ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف آخر النبین و دیگر اوصاف مثلاً حسب نسب اور سکونت وغیرہ میں کوئی فرق نہ جانا گویا نانوتوی صاحب کے نزدیک آخر النبین ہونے کے وصف اور ہاشمی قریشی یا مکی مدنی ہونے کی صفت میں معاذ اللہ کوئی فرق نہیں حالاں کہ ہاشمی قریشی یا مکی مدنی ہونے کی صفت تو بعض مشرکین کفار اور منافقین کے لئے بھی ثابت تھی۔ مگر اس کے باوجود نانوتوی صاحب کو ان اوصاف اور خاتم النبین ہونے کی صفت میں کوئی فرق نظر نہ آیا۔

غلطی ۸ آیہ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبین" میں بنائے خاتمیت ختم ذاتی کو قرار دیا اور تاخر زمانی کو مبناء خاتمیت تسلیم نہ کیا، حالاں کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک کسی مفسر نے تاخر زمانی کے سوا کسی اور بات کو بنائے خاتمیت قرار نہیں دیا۔

غلطی ۹ نبوت کو بالذات اور بالعرض کی طرف تقسیم کیا، نانوتوی صاحب کی یہ اتنی بڑی جرأت ہے جو چودہ سو برس کے عرصہ میں کسی مسلمان نے نہیں کی۔

غلطی ۱۰ نانوتوی صاحب کے نزدیک کلام الٰہی ولکن رسول اللہ وخاتم النبین کا

سوق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تاخر زمانی کے بیان کرنے کے لئے نہیں ہوا بلکہ سوق کلام خاتمیت ذاتیہ کے لئے ہوا جس کا مفاد یہ ہے کہ آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبین نانوتوی صاحب کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبین ہونیکے معنی میں نص نہیں۔

غلطی ۱۱ نانوتوی صاحب کے نزدیک ختم زمانی کے لئے تاخر واقی لازم ہے حالانکہ یہ بات بداہتہً باطل ہے۔ جیساکہ انشاء اللہ اس پر تنبیہہ کی جائے گی۔

غلطی ۱۲ نانوتوی صاحب نے آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبین کی تفسیر کرتے ہوئے خرق اجماع کیا اور وہ تقریر کی جس کی طرف علماء امت میں سے کسی کا بھی ذہن منتقل نہ ہوا تھا۔

غلطی ۱۳ نانوتوی صاحب کے نزدیک ختم زمانی کے مقابلہ میں ختم ذاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہے۔ ختم زمانی نہیں۔

غلطی ۱۴ اس بحث میں نانوتوی صاحب نے ایک دعویٰ کی دلیل بیان کرتے ہوئے ص۵ پر لکھا کہ :۔

> "انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل سو اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے انبیاء علیہم السلام کا اپنی امت سے ممتاز ہونا صرف علم میں منحصر فرمایا ہے۔ باقی رہے اعمال تو ان میں امتی کے مساوی ہو جانے بلکہ بڑھ جانے کو بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اور لفظ "بظاہر" محض بظاہر ہے۔ کیوں کہ لفظ "ہی" کے ساتھ حصر ہو چکا جس میں ماسوا مذکور کی نفی ہو تی ہے۔ تو اس کے ضمن میں امتیاز فی العمل کی نفی ہو چکی اب لفظ "بظاہر" سے کیا فائدہ ہوا۔ یہاں یہ لفظ "بظاہر" ایسا ہی مہمل اور بے معنی ہے۔

جیسا کہ صہ۳ کی عبارت میں لفظ "بالذات" بے معنی اور مہمل تھا۔

ہمیں الزام دینے والے اپنے گریباں میں منہ ڈالیں۔

لوگ ہم پر الزام عائد کرتے ہیں کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حدود شرعی کتاب وسنت کے ارشادات وعلمائے امت کی تصریحات سے بے نیاز ہو کر جو کچھ ان کے دل میں آتا ہے کہہ دیا کرتے ہیں۔ اور کبھی اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ قرآن وحدیث اور سلف صالحین نے اس مسئلہ میں کیا فیصلہ کیا ہے۔ لیکن میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہمیں مورد الزام قرار دینے والے ذرا اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ان کے سب سے بڑے مقتدا (بزعم الیشان قاسم العلوم والخیرات) نانوتوی صاحب نے کیا گل کھلائے ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تحذیر الناس لکھتے وقت نانوتوی صاحب کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وکمال کے اثبات سے زیادہ اپنے کمال علمی کا اظہار تھا۔ جس کا نتیجہ ان اغلاط کی صورت میں ظاہر ہوا۔ پرستاران تحذیر کے اس ادعا سے اختلاف کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ نانوتوی صاحب نے یہ رسالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال فضل کو ثابت کرنے کی غرض سے لکھا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ غرض پوری بھی ہوئی یا نہیں۔ میں عرض کروں گا کہ ہرگز یہ غرض پوری نہیں ہوئی۔ نانوتوی صاحب نے اپنے قیاسات فاسدہ کو معیار فضیلت سمجھا ہے۔ جس کی بنا پر ختم ذاتی کی دور از کار تاویل میں انہیں جانا پڑا اور نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی جرأت عظیمہ سے کام لینے پر وہ مجبور ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ فضیلت صرف اس وصف میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے موجب فضیلت قرار دیا۔ قرآن وحدیث کو لاکھ بار پڑھ جائیے ختم ذاتی اور نبوت بالذات کا کوئی ذکر آپ کو نہ ملے گا۔ نہ عہد رسالت سے لے کر آج تک کسی مفسر ومحدث یا متکلم ومجتہد نے ان باتوں کا ذکر کیا۔ جس چیز کو قرآن وحدیث اور سلف صالحین نے فضیلت قرار نہیں دیا۔ نانوتوی صاحب اسے مدار فضیلت

اور بنائے خاتمیت قرار دیتے ہیں یہ کتاب وسنت وارشادات سلف صالحین کی طرف سے آنکھیں بند کر کے حدودِ شرع سے تجاوز کرنا نہیں تو اور کیا ہے ؟

تحذیر الناس کی چودہ[۱۴] غلطیاں

سطحی نظر ڈالنے سے مذکورہ بالا چودہ[۱۴] غلطیاں سامنے آئیں۔ بنظر غائر دیکھنے سے نامعلوم اور کتنے اغلاط نکلیں گے۔ اس کے بعد ہر غلطی پر اس کے مناسب روشنی ڈالتا ہوں تاکہ حقیقت حال بے نقاب ہو کر سامنے آجائے۔

غلطی نمبر ۱

اسکے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی روایت کو اگر صحیح مان لیا جائے تب بھی وہ ایک ظنی قول ہوگا، جو آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبین کے ظاہر معنی کے منافی ہے اور آیہ کریمہ قطعی ہے ظنی کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے قطعی میں تاویل کرنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے۔ پھر تاویل بھی ایسی جو انتہائی رکیک بلکہ دلیل قطعی کے مدلول قطعی کے بالکل مخالف۔

محققین صوفیہ کی تاویل

محققین صوفیہ نے بھی روایت مذکورہ کو قول خداوندی " ولکن رسول اللہ وخاتم النبین " کے ساتھ ملاکر دیکھا تو انہوں نے دونوں کی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے قول خداوندی میں تاویل کو جائز نہیں رکھا بلکہ اس روایت میں تاویل کی اور اسے عالم شہادت کی بجائے عالم مثال پر محمول کیا اور یہ کہا کہ جب آدم، نوح، ابراہیم، عیسیٰ اور نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا بقیہ چھ زمینوں میں ہونا اس روایت میں مذکور ہے وہ ہماری اس زمین کے آدم، نوح، ابراہیم، عیسیٰ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم کے غیر نہیں بلکہ ان مقدسین کے حقائق مثالیہ ہیں۔ اور یہ کہ یہاں کاف حرف تشبیہ زائد ہے جیسا کہ لیس کمثلہ شئی میں کاف کے بارے میں ایک قول اس کے زائد ہونے کا کتب نحو میں مذکور ہے۔ مگر نانوتوی صاحب کو اپنی جودت طبع کا مظاہرہ کرنا مقصود تھا۔ اس لئے انہوں نے ظنی کے مقابلہ میں قطعی کو اپنی تاویلات کا تختہ مشق بنالیا۔

غلطی نمبر ۲ اس کے متعلق گذارش ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خاتم النبین کی تفسیر میں " لا نبی بعدی " فرما کر لفظ خاتم النبین کے معنی آخر النبین متعین فرما دیئے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں بکثرت وارد ہے کہ " انا خاتم النبین لا نبی بعدی" اور خلفائے راشدین اور صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب بالاتفاق خاتم النبین کے معنی آخر النبین ہی سمجھتے رہے۔ جس کا انکار ملحدین کے سوا کوئی کلمہ گو مدعی اسلام نہیں کر سکتا اور آج تک امت مسلمہ کا اجماع اسی بات پر ہے کہ قول خداوندی " ولکن رسول اللہ وخاتم النبین " اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے۔ وہی بغیر کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے جیسا کہ "ختم النبوۃ فی الآثار" مرتبہ مفتی محمد شفیع صاحب حال مقیم کراچی کے ص۹ پر شفا قاضی عیاض سے نقل کر کے اس کا اردو ترجمہ بھی مؤلف نے خود ہی کر دیا ہے۔ جو پرستاران تحذیر پر حجت قویہ ہے۔ دیکھئے وہ لکھتے ہیں :-

" لانہ اخبر انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبین ولا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبین واجمعت الامۃ علی حمل ھذا الکلام علی ظاہرہ وان مفہوم المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعاً اجماعاً سمعاً۔"

ترجمہ اس لئے کہ آپ نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ آپ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے۔ وہ ہی بغیر کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے۔ پس ان لوگوں کے کفر میں

کوئی شک نہیں جو اس کا انکار کریں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔"

ایسی صورت میں خاتم النبین کے معنی آخری النبین کو عوام کا خیال قرار دینا معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اور اس وقت تک ساری امت کو عوام میں شمار کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک عجیب قسم کا مغالطہ

اس مقام پر نانوتوی صاحب کی کسی دوسری کتاب سے حسب ذیل عبارت پیش کر کے ایک عجیب قسم کا مغالطہ دیا جاتا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:-

"جز انبیاء کرام علیہم السلام یا راسخان فی العلم ہمہ عوام اند"

"مدیر الفرقان" نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

"باب تفسیر میں سوائے انبیاء علیہم السلام اور راسخان فی العلم کے سب عوام ہیں۔"

لیکن اس کا مطلب صاف واضح ہے کہ تفسیر کے باب میں انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے سوا کسی کا قول معتبر نہیں۔ اس عبارت میں لفظ "عوام" انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ ان ہی دونوں کے اقوال مبارکہ باب تفسیر میں حجت ہیں، اس لئے یہاں لفظ "عوام" سے قطعاً وہی لوگ مراد ہیں جن کا قول باب تفسیر میں لائق التفات نہیں۔ بخلاف عبارت تحذیر کے وہاں لفظ "عوام" اہل فہم کے مقابلہ میں لایا گیا ہے۔ اس لئے اس کے معنی کم فہم اور ناسمجھ لوگوں کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے، "الاشیاء تتبین باضدادھا" چیزیں اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں۔

عام محاورہ میں بھی لفظ "عوام" اگر حکومت کے مقابلہ میں بولا جائے تو اس سے صاف طور پر رعایا کے افراد مراد ہوں گے۔ عام اس سے کہ وہ افراد علماء راسخین ہوں اور عارفین صالحین یا ان پڑھ جاہل اور اشرار و مفسدین۔ لیکن یہی لفظ "عوام" اگر علماء کے مقابلہ میں بولا جائے تو

تو اس سے صرف غیر عالم افراد مراد ہوں گے خواہ وُہ لوگ ارباب حکومت ہوں یا ان کے ماسوا۔

پیش کردہ عبارت کا مفاد

بنا بریں اس پیش کردہ عبارت کا مفاد یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ لفظ "عوام" جس کلام میں بھی وارد ہو وہاں انبیاء کرام اور راسخین فی العلم کے ماسوا مراد ہیں۔ خلاصہ یہ کہ الفاظ کے معانی ان کے مقابلات سے واضح ہو جایا کرتے ہیں۔ اور مقابلات کے بدل جانے سے مرادی معنی بدل جاتے ہیں لہٰذا ایک کا قیاس دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے۔ معلوم ہوا کہ ص۳ والی عبارت میں لفظ "عوام" سے محض ناسمجھ لوگ مراد ہیں اور بس۔ علاوہ ازیں میں عرض کروں گا کہ جب نانوتوی صاحب باب تفسیر میں انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے سوا سب کو عوام کہتے ہیں تو وہ خود بھی عوام میں شامل ہوئے ایسی صورت میں خاتم النبیین کی تفسیر میں نانوتوی صاحب کا ختم ذاتی کا قول کیوں کر قابلِ التفات ہو سکتا ہے؟

نانوتوی صاحب کے نزدیک سب عوام ہیں

اس بیان سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ نانوتوی کے نزدیک لفظ "خاتم النبیین" کو "آخر النبیین" کے معنی میں لینے والے ناسمجھ عوام ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خاتم النبیین کو آخر النبیین کے معنی میں کس کس نے لیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ حسب زعم نانوتوی صاحب وہ ناسمجھ عوام کون لوگ ہیں۔ تو ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائے راشدین صحابہ کرام اہل بیت اطہار ائمہ مجتہدین علمائے راسخین سب نے لفظ خاتم النبیین کو آخر النبیین کے معنی میں لیا ہے۔ لہٰذا بمعیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اخیار امت بلکہ کل امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ معاذ اللہ ناسمجھ عوام میں داخل ہو گئے۔

حیرت ہے کہ صاحب تحذیر الناس نے اس تاویل کے وقت اس بات کا بھی خیال نہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بھی عوام میں شامل ہو جائے گی۔

ایک مغالطہ کا ازالہ

اس مقام پر ایک اور مغالطہ کا دور کرنا بھی ضروری ہے وُہ یہ کہ

"نانوتوی صاحب نے خاتم النبین کے معنی آخری النبین لینے کو عوام کا خیال نہیں کہا بلکہ لفظ خاتم النبین کو آخر النبین کے معنی میں منحصر کرنے کو عوام کا خیال کہا ہے"۔ میں عرض کروں گا کہ اوّل تو عبارت تحذیر میں حصر کا کوئی کلمہ نہیں دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کسی نے اس آیہ کریمہ میں خاتم النبین کے معنی آخر النبین کے سوا کئے ہی نہیں، اس لفظ کے بس یہی ایک معنی منقول متواتر ہیں۔ جب تک کوئی اور معنی منقول متواتر ثابت نہ ہو جائیں ان ہی معنی میں آیہ کریمہ کی قطعی مراد منحصر رہے گی اور کوئی ایسے معنی جو اس معنی یا اس کی قطعیت کے خلاف ہوں ہرگز صحیح نہ ہوں گے۔

لفظ خاتم النبین کی توجیہات

ہاں یہ ممکن ہے کہ لفظ خاتم النبین کی بے شمار ایسی توجیہات نکلتی رہیں جو اس کے مدلول قطعی معنی متواترہ کی مؤید اور اس کے موافق ہوں۔ کیوں کہ قرآن مجید کا ایک ایک حرف مطالب لاتعد ولاتحصی کا حامل ہے۔ لیکن معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال قرار دے کر اس لفظ کو ایسے معنی پر حمل کرنا جو کتاب وسنت کی روشنی میں باطل ہیں کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا۔

اگر نانوتوی صاحب لفظ خاتم النبین کے معنی منقول متواتر آخر النبین کو قطعی مان کر لفظ خاتم النبین کی کوئی ایسی توجیہ کرتے جو فی الواقع معنی آخر النبین کے منافی نہ ہوتی تو ہمیں نانوتوی صاحب سے قطعاً کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ مگر افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کی بجائے لفظ خاتم النبین کے معنی آخر النبین مراد لینے کو عوام کا خیال قرار دیکر دین کے معاملہ میں انتہائی بے باکی اور جرأت سے کام لیا ہے۔

لفظ خاتم النبین کا آخر النبین کے معنی میں حصر اور پھر اس پر اجماع امت

باوجودیکہ تحذیر الناس کی اس پوری عبارت میں حصر کا کوئی کلمہ مذکور نہیں لیکن اسے فرض کر لینے کے بعد بھی حامیان تحذیر کو کسی قسم کا فائدہ نہیں

پہنچ سکتا اور نانوتوی صاحب اس الزام سے ہرگز نہیں بچ سکتے جو اُن کے کلام کی روشنی میں ان پر عائد ہوتا ہے کیوں کہ ہم شفا قاضی عیاض کی عبارت اور ختم النبوۃ فی الآثار میں اس کے ترجمہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ خاتم النبین اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور اس سے بلا تاویل و تخصیص وہی معنی مراد ہیں جو ظاہر لفظ سے سمجھے جاتے ہیں اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح خاتم النبین کے معنی آخر النبین ہونا قطعی اور اجماعی امر ہے اسی طرح اس لفظ خاتم النبین کا آخر النبین کے معنی میں منحصر ہونا بھی ساری امت کے نزدیک قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔

رہا یہ امر کہ شفا شریف اور ختم النبوۃ فی الآثار کی عبارت میں حصر بالنسبۃ الی تاویل الملاحدہ ہے تو اس جواب کی حیثیت خرط القتاد سے زیادہ نہیں۔ کیوں کہ خاتمیت کی تقسیم ختم زمانی اور ذاتی کی طرف آج تک کسی مفسر نے نہیں کی بلکہ لفظ خاتم النبین کی تاویل ایسی خاتمیتِ ذاتیہ کے ساتھ کر کے مرزائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبین ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ جیسا کہ مدیر الفرقان نے بھی خاتم الاطبار کی مثال پیش کی ہے۔ معلوم ہوا کہ خاتمیت ذاتیہ کی تاویل بھی تاویلات ملاحدہ میں داخل ہے۔ ان سب کی نفی اس حصر کے ضمن میں یقیناً آگئی۔ لہٰذا نانوتوی صاحب پر جو الزام تھا وہ بدستور باقی رہا۔

مولانا احمد حسن کانپوری اور علامہ بحر العلوم لکھنوی کی عبارت کا جواب

اس مقام پر مولوی منظور احمد صاحب نعمانی نے الفرقان میں مولانا روم علیہ الرحمۃ کی مثنوی شریف کے دو شعر اور علامہ بحر العلوم شارح مثنوی و مولانا احمد حسن کانپوری محشی مثنوی شریف کی عبارت صاحب تحذیر الناس کے بیان کئے ہوئے معنی خاتم النبین (خاتم بالذات) کی تائید میں پیش کی ہے اور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آیۂ "وخاتم النبین" کے معنی کو آخر النبین میں منحصر سمجھنا غلط ہے۔ چنانچہ الفرقان جلد ۲ صـ ۵۶ پر لکھتے ہیں:۔

"علامہ لکھنوی بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "فتح الرحمن" سے ناقل ہیں۔
مقتضائے ختم رسالت دو چیز است یکی آنکہ بعدوی رسول نباشد دیگر آنکہ
شرع آں عام باشد" (دافع الوسواس صـ ۲۲)

جواباً عرض ہے کہ اس عبارت میں لفظ خاتم النبین کے معنی حصر کو نہیں توڑا گیا بلکہ دو چیزوں کو ختم رسالت کا مقتضا بتایا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب "خاتم النبین" کے معنی "آخر النبین" ہوں گے تو اس کا مقتضا یقیناً یہی ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی یا رسول کے نہ آنے کا مقتضا یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع عام ہو۔ لہٰذا اس عبارت سے نانوتوی صاحب کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔

مثنوی شریف کے دو شعروں کا جواب

رہے وہ دو شعر جو مثنوی شریف سے نقل کیے گئے ہیں تو ان کے مضمون سے بھی صاحب تحذیر الناس کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ مولانا علیہ الرحمۃ نے یہ نہیں فرمایا کہ آیۂ کریمہ میں لفظ "خاتم النبین" کو بمعنی "آخر النبین" لینا عوام کا خیال ہے نہ قرآن کے لفظ "خاتم" کی تفسیر خاتم ذاتی سے کی بلکہ مولانا روم کے اس شعر میں کہ ؎

بہر ایں خاتم شدہ است او کہ بجود
مثل او نے بود نے خواہند بود

لفظ خاتم کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے صرف اتنی بات فرمائی کہ اللہ تعالےٰ نے عالم ارواح میں روح پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی بخشش اور کمالِ صنعت کو ختم کر دیا، روح پاک کے بعد نہ زمانہ ماضی میں کسی کو یہ جود و کمال دیا گیا اور نہ قیامت تک دیا جائے گا۔

ذرا غور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ مولانا علیہ الرحمۃ نے لفظ خاتم کو ختم زمانی ہی

کے معنی میں لیا ہے کیوں کہ مصرعہ

مثل او نے بود و نے خواہند بود

کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عالم ارواح میں روح محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اپنی بخشش اور کمال صنعت کی فضیلت دینے کے بعد کسی کو یہ فضیلت عطا نہیں فرمائی نہ آپ کے بعد کسی کو عطا فرمائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کا مثل ہوا ہے نہ ہوگا۔ ماضی اور مستقبل میں بعدیت کے معنی تأخر زمانی نہیں تو اور کیا ہے؟

اب دوسرا شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

چونکہ در صنعت برد استاد دست

نے تو گوئی ختم صنعت بر وئے است

پہلے شعر میں کہی ہوئی بات کے لئے مولانا علیہ الرحمۃ نے اس شعر میں ایک مثال پیش کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح اپنے فن کا کمال رکھنے والے اُستاد کو کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ کمال تم پر ختم ہے یعنی تمہارے سوا کسی کو نہیں دیا گیا ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر کمال علمی و عملی میں گویا اُستاذِ کامل ہیں۔ اور یہ کمال حضور کو دیئے جانے کے بعد کسی کو نہیں دیا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کمال کے خاتم ہیں۔ اگر حضور علیہ السلام کے غیر میں کسی جمال کی کوئی جھلک پائی جائے یا کسی کے لیے کمالِ محمدی کا کوئی ایسا فیضان ثابت کیا جائے جس کا اثبات کسی دلیل شرعی کے خلاف نہ ہو، تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی طرف منسوب ہوگا کیوں کہ حضور علیہ السلام کی ہی ذاتِ مقدسہ اس کا مبداء اور اصل منشاء ہے۔ اس مضمون کو تحذیر الناس کے مضمون سے دُور کا تعلق بھی نہیں کیوں کہ یہاں خاتم کے معنی منقول متواتر میں قطعاً کوئی تصرف نہیں کیا گیا نہ اس مضمون میں کوئی ایسی بات ہے جو خاتم النبیین کے معنی منقول متواتر (آخر النبیین) کی قطعیت کے منافی ہو۔

شارحین مثنوی کی تصریحات حق ہیں

ہاں اس میں شک نہیں کہ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ و دیگر شارحین مثنوی و اکابر علمائے اعلام نے بے شمار مقامات پر اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ کسی کو کوئی کمال حاصل نہیں ہو سکتا جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مقدسہ اس کے لیے واسطہ اور وسیلہ نہ ہو۔ یہ تمام تصریحات کتاب وسنّت کی روشنی میں عین حق وصواب ہیں۔ لیکن اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تاخر زمانی یا اس کی قطعیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بخلاف تحذیر الناس کے کہ اس میں تاخر زمانی کو عوام کا خیال کہہ کر لفظ خاتم النبیین کے مدلول قطعی کی قطعیت کو مجروح کر لیا گیا اور تاخر زمانی کو برقرار رکھنے کے لیے کبھی دلالت التزامی کا سہارا لیا گیا، کبھی عموم واطلاق کے زور سے الفاظ قرآن کی کھینچ تان کی گئی، کبھی مفہوم تاخر کو جنس اور اس تاخر زمانی ورتبی کو اس کے لئے انواع قرار دیا گیا، کبھی مشترک کا قول کیا گیا۔ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کی تکفیر کے لئے اجماع کا سہارا ڈھونڈا گیا۔ غرض یہ سب پاپڑ اس لئے بیلنے پڑے کہ ختم زمانی کو اصل دلیل آیہ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے معنی منقول متواتر کو انہوں نے خیالِ عوام قرار دے دیا۔

قرآن صرف الفاظ نہیں بلکہ معنی بھی قرآن ہیں۔

حالاں کہ یہ امر بدیہی ہے کہ قرآن صرف الفاظ کا نام نہیں بلکہ "القرآن اسم للنظم والمعنی جمیعًا" قرآن لفظ و معنی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ قرآن کے معنی متواتر بھی اسی طرح قرآن ہیں جس طرح الفاظ متواترہ قرآن ہیں۔ ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تاخر زمانی تسلیم نہیں کی یا یہ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیان نبوۃ کی تکذیب وتکفیر نہیں کی۔ انہوں نے یہ سب کچھ کیا۔ مگر قرآن کے معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال قرار دے کر اپنے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ بنائے خاتمیت تاخر زمانی کے علاوہ

اور بات پر رکھنا اصولی طور پر ختم نبوت کی بنیاد کو اکھاڑنا ہے خواہ لاکھ دفعہ حضور کے بعد مدعی نبوت کی تکفیر کی جائے۔

فضیلتِ نبوی کے دوبالا ہونیکا جواب

رہا یہ امر کہ تحذیر الناس کی توجیہہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دوبالا ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزید چھ خواتم کے خاتم قرار پاتے ہیں اور اگر اس توجیہہ کو چھوڑ دیا جائے تو صرف اسی ایک طبقہ زمین کے لئے حضور خاتم ہوں گے اور ظاہر ہے کہ کسی بادشاہ کے لئے صرف ایک ملک کی ولایت ہونے سے چھ ملکوں کی ولایت ہونا چھ گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لئے رسول ہیں اور آپ کی نبوت و رسالت کل مخلوقات کے لئے عام ہے تو بقیہ چھ زمینوں میں بھی اگر حضور بذاتِ خود ہی خاتم ہوں تو اس میں فضیلت اور بھی زیادہ ثابت ہوگی کہ باوجود ایک ہونے کے زمین کے ہر طبقہ میں خود ہی خاتم النبیین ہو کر رونق افروز ہیں۔ محققین محدثین نے صوفیاء کرام کے اسی مسلک کو ترجیح دی ہے، جسے ہم عنقریب فیض الباری کے حوالہ سے نقل کریں گے۔

صاحبِ تحذیر کا آیہ قرآنیہ کے معنی میں تصرف

صاحبِ تحذیر نے خاتم النبیین کے معنی میں جو تصرف کیا ہے اس کے ثبوت میں نہ کوئی آیہ قرآنیہ پائی جاتی ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ کسی صحابی تابعی مجتہد فقیہہ محدث یا مفسر کا کوئی قول اس کے ثبوت میں موجود ہے۔ بلکہ نفس نبوت میں تفضیل کی ممانعت ہم قرآن و حدیث اور اقوال مفسرین و محدثین سے ثابت کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود نانوتوی صاحب کا نبوت کو بالذات اور بالعرض کی طرف تقسیم کر کے اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ذیل میں خاتمیت کے ایسے معنی بیان کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آجتک

ساری امت مسلمہ میں سے کسی نے نہیں کئے" من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد"
کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے۔

نانوتوی صاحب کا اعتراف

نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس ص۲ میں خود اعتراف کیا ہے کہ اس مفہوم کی طرف بڑوں کا فہم نہیں پہنچا، یہ بات صرف میں نے کہی ہے۔ (ملخصاً) اگر انصاف سے دیکھا جائے تو اسی کا نام بدعتِ سیئہ ہے۔ دوسروں کو بلا وجہ بدعتی کہنے والے ذرا اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں۔

حدیث انی عند اللہ خاتم النبیین کا جواب

مولوی منظور احمد صاحب سنبھلی نے نانوتوی صاحب کی تائید میں خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات ثابت کرنے کے لئے حسب ذیل حدیث الفرقان میں لکھی ہے۔" انی عند اللہ خاتم النبیین وان اٰدم لمنجدل فی طینہ" یعنی اللہ کے ہاں اس وقت خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ جب کہ آدم علیہ السلام کا خمیر بھی تیار نہ ہوا تھا۔" اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مولوی منظور احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

"ظاہر ہے کہ اس وقت ختم زمانی کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر یہ معنی لئے جائیں کہ آپ اس وقت وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف یعنی خاتم ذاتی تھے تو بغیر کسی دشواری کے معنی صحیح ہو جاتے ہیں۔"

(الفرقان بابت رجب ۵۶ھ ص ۱۳۵-۱۳۶)

جواباً گذارش کرتا ہوں کہ اگر مولوی منظور احمد صاحب نعمانی اس حدیث سے ختم ذاتی کا دعویٰ ثابت کرنے سے پہلے اپنے حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی نشر الطیب ملاحظہ فرما لیتے تو انہیں جرأتِ استدلال نہ ہوتی۔ ملاحظہ فرمائیے نشر الطیب میں ان کے مولانا اشرف علی تھانوی اسی حدیثِ عرباض بن ساریہ کو لکھ کر ایک شبہ کا جواب اپنے منہیہ میں اس طرح دیتے

ہیں :۔

"اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوّت کے ثبوت بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیوں کہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے اس لئے ختم نبوّت کا حکم کیا گیا، سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضی ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ تاخر رتبہ ظہور میں ہے، مرتبہ ثبوت میں نہیں۔ جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں جانے کے بعد" ۱۲ منہ
(نشر الطیب ص)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حدیث مذکور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا مرتبہ ثبوت میں مراد ہے مرتبہ ظہور میں نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ختم زمانی کا تحقق مرتبہ ظہور ہی میں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اسمٰعیلی صاحب کا استدلال ساقط ہو گیا۔ تعجب ہے کہ ان لوگوں کو اپنے گھر کا بھی پتہ نہیں یا باوجود معلوم ہونے کے ناواقف لوگوں کو مغالطہ دے کر حق کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

غلطی نمبر ۳ اس غلطی کے متعلق میں عرض کروں گا کہ ہر اہل فہم بلکہ ادنیٰ سمجھ رکھنے والے کے نزدیک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر النبیین ہونا یقیناً ایسی فضیلت ہے جس کا مقام مدح میں ذکر کیا جانا بلاشبہ صحیح اور درست ہے۔ مقام مدح میں ذکر کرنے کے لئے کسی فضیلت کا ذاتی ہونا ہرگز ضروری نہیں بلکہ فضیلت بالعرض اور وصف اضافی کا ذکر کرنا بھی مقام مدح میں صحیح ہے۔ کما لا یخفیٰ۔ یقین نہ ہو تو خود نانوتوی صاحب سے پوچھ لیجئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت بالعرض مانتے ہیں، لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں جا بجا ان کے وصفِ نبوّت کا ذکر فرمایا ہے۔ ثابت ہوا کہ فضیلت بالعرض کا مقامِ مدح میں ذکر کرنا قطعاً یقیناً صحیح و درست

ہے۔ ایسی صورت میں صاحب تحذیر الناس کا یہ کہنا کہ :۔

"پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبین فرمانا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے"۔

اس بات کی روشن دلیل ہے کہ مؤلف رسالہ تحذیر الناس مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف خاتمیت زمانی میں قطعاً جزماً یقیناً کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی ورنہ مقام مدح میں اس کے ذکر کو وہ ہرگز غیر صحیح قرار نہ دیتے کیوں کہ ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ ہر فضیلت بالذات ہو یا بالعرض مقام مدح میں اس کا ذکر کرنا صحیح ہے۔ لہٰذا واضح ہوا کہ جس چیز کا ذکر مقام مدح میں صحیح نہ ہو اس میں بالذات یا بالعرض کسی قسم کی کوئی فضیلت اصلاً نہیں پائی جاتی اور نانوتوی صاحب کا یہ قول کتاب و سنت اور اجماع امت کے منافی ہونے کی وجہ سے بلاشبہ ناقابل قبول بلکہ واجب الرد ہے۔

صاحب تحذیر کی توجیہہ استدراک غلطی نمبر ۴

یہ چوتھی غلطی کے بارے میں عرض کروں گا کہ نانوتوی صاحب آیہ کریمہ "ولکن رسول اللہ و خاتم النبین" میں ختم زمانی کی تقدیر پر ان دونوں جملوں میں بے ربطی اور استدراک کے غیر صحیح ہونے کے مدعی ہیں جیسا کہ سابقاً طویل عبارت تحذیر الناس سے نقل کی گئی، نیز وہ ختم ذاتی ثابت کرنے کے لئے آیہ کریمہ "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین" میں استدراک کی توجیہہ اور عطف بین الجملتین پر کلام کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں :۔

"مطلب آیہ کریمہ کا اس صورت میں یہ ہو گا کہ ابوۃ معروفہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوۃ معنوی امتیوں کی نسبت حاصل ہے۔ اور انبیاء کی نسبت تو لفظ خاتم النبین شاہد ہے۔.........

اور امتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ میں غور کیجئے تو یہ بات واضح ہے۔" ص۹ ج۱

نانوتوی صاحب کی توجیہہ کا جواب

اقول اس کلام سے نانوتوی صاحب کا مقصد ختمِ ذاتی کا اثبات ہے جس کے پیشِ نظر انہوں نے استدراک اور عطف بین الجملتین کی توجیہہ کرتے ہوئے یہ ظاہر فرمایا ہے۔ کہ "ماکان محمد ابا احد من رجالکم" سے جو وہم پیدا ہوا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے معنوی باپ نہیں اسے اللہ تعالیٰ نے "ولکن رسول اللہ" فرما کر اس طرح زائل فرما دیا کہ وہ رسول ہونے کی وجہ سے مومنین کے معنوی باپ ہیں۔ اس کے بعد ختمِ ذاتی ثابت کرنے کے لئے "وخاتم النبین" ارشاد فرمایا اور اس جملہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوۃ معنویہ انبیاء علیہم السلام کیلئے بھی ثابت فرما دی۔

اس کے جواب میں گذارش ہے کہ نانوتوی صاحب یہ مانتے ہیں کہ وخاتم النبین کا رسول اللہ پر ہے۔ اور یہ بھی مسلّم ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کا حکم ایک ہوتا ہے۔ لہٰذا جس طرح لفظ رسول اللہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی باپ نہ ہونے کا وہم دور کیا گیا ہے اسی طرح وخاتم النبین بھی کلام سابق سے پیدا ہونے والے کسی شبہ کو دُور کر دے گا۔ کیوں کہ وہ بھی بوجہ عطف لکن کے تحت ہے۔ لیکن اگر اسے ختمِ ذاتی کی دلیل ٹھہرا کر نانوتوی صاحب کی طرح یہ کہا جائے کہ وخاتم النبین لا کر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوۃ معنویہ ثابت فرما دی تو رفع توہم سے اس جملہ کو کوئی تعلق نہ ہوگا۔ کیوں کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم سے انبیاء علیہم السلام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوۃ کے منفی ہونے کا کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ جو شبہ متصور ہی نہ ہو اس کے دُور کرنے کے کیا معنی؟ یہ بات قابلِ غور ہے کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم میں سننے والے کا ذہن انبیاء علیہم السلام کی طرف منتقل ہی نہیں ہوتا، ایسی صورت میں ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوت کے منتفی ہونے کا وہم کیوں کر پیدا ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جب کلام سابق میں یہ شبہ متصور ہی نہیں تو وخاتم النبین سے اس

کے رفع کا قول کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

ہمارے نزدیک استدراک کی توجیہہ

دلائل شرعیہ کی روشنی میں ہمارے نزدیک استدراک کی توجیہہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے " ما کان محمد ابا احد من رجالکم " فرمایا تو اس کلام سے دو[۲] وہم پیدا ہوئے ایک یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے جسمانی باپ نہیں تو روحانی باپ بھی نہ ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ کسی رجل کے لئے آپ کا جسمانی باپ نہ ہونا آپ کے لئے موجب نقص ہوگا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ کسی مرد بالغ کا باپ نہ ہونا انقطاعِ نسل کا موجب ہے اور یہ عیب ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وفات پر عاص بن وائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذاللہ " ابتر " کہا تھا۔ جس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے سورہ کوثر نازل فرمائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے " کل نسب دصھر منقطع الا نسبی وصھری " فرما کر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے اپنی نسل پاک کے باقی اور جاری رہنے کا اظہار فرمایا۔ پہلے وہم کو اللہ تعالےٰ نے " ولکن رسول اللہ " سے رفع فرمایا، بایں طور کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ہر رسول اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ وُہ جسمانی نہ ہونے کے باوجود بھی روحانی باپ ہیں۔ دوسرے وہم کو " وخاتم النبیین " لاکر دُور فرمایا اس طرح کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی مرد کے لئے جسمانی باپ نہ ہونا کسی نقص کے باعث نہیں بلکہ ان کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے ہے، کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر النبیین ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب یہ ہے کہ اگر حضور انور کا کوئی بیٹا جوان ہو تو وُہ ضرور نبی ہو اور اس کا نبی ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے۔ اس لئے ان کے وصفِ خاتمیت کا مقتضا یہی ہے کہ وُہ کسی صلبی مرد کے باپ نہ ہوں اور یہ " عدم ابوۃ " کسی نقص پر نہیں بلکہ فضیلتِ خاتمیت پر مبنی ہے جس کی تائید حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث " لوقضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بنی عاش ابنہ ولکن لا نبی بعدہ" سے بھی ہوتی ہے۔ جو صحیح بخاری میں موجود ہے۔ دیکھئے بخاری جلد ۲ صہ ۹۱۴

اس توجیہ کی بنا پر لفظ خاتم النبیین سے فضیلت خاتمیت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم ابوہ مذکورہ اور بیٹے کی بجائے بیٹی سے نسل پاک کے اجراء کی حکمت بھی معلوم ہوگئی۔

(ماکان محمد.........میں) استدراک کی دیگر توجیہات

ہماری اس تقریر سے استدراک کی توجیہہ بھی صحیح ہوگئی اور عطف بین الجملتین بھی بخوبی واضح ہوگیا اور کلام الٰہی میں بے ربطی کا وہم بھی نہ رہا۔ اس کے بعد ہم تحقیق مزید اور نانوتوی صاحب کے رد بلیغ کے لئے آیہ کریمہ " ماکان محمد ابا احد" الایہ میں استدراک میں دیگر توجیہات کا خلاصہ علمائے مفسرین کے کلام سے نقل کرتے ہیں جو نانوتوی صاحب کی خود ساختہ توجیہہ استدراک کے رد و ابطال اور تحذیر الناس کے زہر کے لئے تریاق کا کام دیتی ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ علوم قرآن میں گہری نظر رکھنے والے حق پسند علماء بنظر انصاف ملاحظہ فرما کر اس حقیقت کو تسلیم کرلیں گے کہ نانوتوی صاف کی توجیہہ تفسیر بالرای سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ خلاصہ توجیہات حسب ذیل ہے، جسے ہم نے تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ صہ ۳۲ تا ۳۴ سے اخذ کیا ہے۔

پہلی توجیہہ یہ ہے کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم فرما کر جب اللہ تعالےٰ نے رجال مخاطبین کے ہر فرد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوۃ حقیقیہ جسمانیہ شرعیہ کی نفی فرما دی تو اس کلام سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ جب وہ کسی کے باپ نہیں تو کسی پر ان کی تعظیم و توقیر بھی واجب نہ ہوگی، اور افراد امت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شفقت اور خیر خواہی کا وجوب بھی منتفی ہوگا۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے ولکن رسول اللہ فرما کر کیوں کہ رسول حقیقی باپ نہ ہونے کے باوجود بھی واجب التعظیم والتوقیر اور وصف رسالت کی وجہ سے مجازی باپ اور اپنی امت پر ناصح اور

اور شفیق ہوتا ہے۔

دوسری توجیہہ یہ ہے کہ کلام سابق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ابوۃ سے شبہ پیدا ہوتا تھا کہ جب وہ باپ نہیں تو شاید رسول بھی نہ ہوں۔ اس لئے کہ رسول کا امت کے لئے باپ ہونا مشہور بات تھی۔ اسی شہرت کی وجہ سے ایک قول کی بنا پر لوط علیہ السلام نے اپنے قول ھولاء بناتی میں اپنی امت کی مومنات کو مراد لیا ہے۔ بنا بریں نفی ابوۃ سے نفی رسالت کا وہم پیدا ہوتا تھا جس کا مبنی یہ تھا کہ رسول کے لئے باپ ہونا لازم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ولکن رسول اللہ فرما کر اس شبہ کو دور فرما دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں سے کسی کے ایک باپ نہ ہونے کے باوجود بھی اللہ کے رسول ہیں۔

خاتم النبیین میں استدراک کی توجیہات

رہا اللہ تعالےٰ کا قول وخاتم النبیین تو اس کی بھی حسب ذیل توجیہات علماء مفسرین نے کی ہیں جن کا خلاصہ ہم اسی تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ ص۳۶ سے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

پہلی توجیہہ یہ ہے کہ خاتم النبیین فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال شفقت اور خیر خواہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ ولکن رسول اللہ کے ساتھ امت کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس ابوۃ کاملہ کو ثابت کیا گیا ہے۔ وہ تمام رسولوں کی ابوۃ پر فوقیت رکھتی ہے۔ جو انہیں ان کی امتوں کے حق میں حاصل ہے۔ اس لئے کہ جس رسول کے بعد کوئی رسول ہوگا، بعض اوقات اس کی شفقت ونصیحت اپنی نہایت کو نہ پہنچ سکے گی۔ کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ شفقت ونصیحت علی الامۃ کے بارے میں اپنے بعد میں آنے والے رسول پر بھروسہ کرلے، جیسے کہ حقیقی باپ شفقت علی الاولاد سے متعلق بعض امور اپنے قائم مقام کے سپرد کر دیتا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ نے "وخاتم النبیین" فرمایا تو یہ بات واضح ہو گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا جس پر بھروسہ کر کے اپنی امت کی نصیحت وشفقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی کمی چھوڑ دیں۔

دوسری توجیہہ یہ ہے کہ خاتم النبین فرما کر اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ ابوۃ محمدیہ قیامت تک ممتد ہے۔ لہٰذا ان کی تعظیم و توقیر نہ صرف بلا واسطہ مخاطبین پر واجب ہے بلکہ قیامت تک آنیوالی ان کی اولاد در اولاد سب پر اس تعظیم و توقیر کا وجوب ہے۔ اور اسی طرح ان کی شفقت و نصیحت نہ صرف تمہارے لئے ہے بلکہ تا قیامت تمہاری نسلوں کے لئے ان کی خیر خواہی اور شفقت دائم و مستمر رہے گی، کیوں کہ وہ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

تیسری توجیہہ یہ ہے کہ "من رجالکم" سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوۃ رجالکم سے منفی ہے۔ رجالہ سے منفی نہیں یعنی اپنی امت کے مردوں میں سے کسی مرد کے باپ نہیں، مگر ممکن ہے کہ اپنے مردوں میں سے کسی کے باپ ہوں بایں طور کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی لڑکا پیدا ہو کہ حد رجولیت تک پہنچ جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے باپ قرار پائیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس شبہ کو لفظ خاتم النبیین لا کر رفع فرما دیا یعنی اللہ تعالےٰ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی لڑکا پیدا ہو کر حد رجولیت تک پہنچے تو وہ ضرور نبی ہو۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اس لئے وہ اپنے مردوں میں سے بھی کسی کے باپ نہیں ہو سکتے اور ان کا خاتم النبیین ہونا اس بات کے قطعاً منافی ہے کہ ان کا کوئی بیٹا مبلغ رجال تک پہنچے اور وہ اپنی صلبی اولاد میں سے کسی ذکور کے باپ قرار پائیں۔ اس تقدیر پر باپ سے صلبی باپ مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے اعتراض وارد نہ ہو کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صلبی بیٹے نہیں، اس شرطیہ کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ابراہیم سُدی حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مہد کو بھر دیا اور اگر وہ باقی رہتے تو ضرور نبی ہوتے لیکن وہ صرف اس لئے باقی نہ رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں۔ اسی طرح دوسری

روایات میں بھی وارد ہُوا۔

بخاری نے من طریق محمد بن بشر عن اسمٰعیل بن ابی خالد روایت کیا، ابو خالد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دیکھا؟ انہوں نے فرمایا کہ وُہ بچپن میں فوت ہو گئے اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ہونا قضاءِ الٰہی میں ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ابراہیم زندہ رہتے۔ لیکن حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور امام احمد نے من طریق وکیع عن اسمٰعیل حضرت ابن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وُہ فرماتے تھے: "لوکان بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی ما مات ابنہ"

اور اسی روایت کو ابن ماجہ وغیرہ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا۔ اور بعض محدثین نے ابن ماجہ کی روایت کو ضعیف کہا، جیسا کہ امام قسطلانی کا قول ہے، اور امام نووی نے حدیث "لوعاش ابراھیم لکان نبیا" کو باطل قرار دیا۔ لیکن صحیح بخاری کی روایت:۔

لو قضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی عاش ابنہ و لکن لا نبی بعدہٗ۔

بلاشبہ صحیح اور شرطیہ مذکورہ کی دلیل ہے۔ اھ

ابن عبدالبر وغیرہ کے شبہ کا جواب

اس مقام پر ابن عبدالبر وغیرہ کا یہ کہنا کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا حد رجولیت تک پہنچنے کے باوجود بھی غیر نبی تھا اور اگر یہ بات مان لی جائے کہ نبی کا بیٹا نبی ہی ہوتا ہے تو ہر شخص نبی ہوتا کیونکہ سب لوگ نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، درست نہیں۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ کے طور پر یہ بات نہیں کی گئی کہ نبی کا بیٹا نبی ہوتا ہے اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا نبی ہوتا بلکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ منصب خاص محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا کہ اگر آپ کا کوئی بیٹا حد رجولیت تک پہنچے تو نبی ہو، جس کی دلیل وہی حدیث ہے جو بروایت بخاری ہم پیش

کر چکے ہیں۔ جس میں خاص حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ الفاظ وارد ہیں کہ: لوقضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنی عاش ابنہ الحدیث یہ ہر نبی کے لئے نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ خصوصی کی بنا پر حضور علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔

چنانچہ علامہ جمل نے اس مضمون کو محققین کے کلام سے اخذ کرتے ہوئے نہایت فاضلانہ انداز میں جامعیت کے ساتھ ارقام فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو فتوحات الٰہیہ جلد ۳ صہ ۴۱۴ :-

ولعل وجه الاستدراك انه لما نفى كونه ابا لهم كان ذالك مظنة ان يتوهم انه ليس بينهم وبينه ما يوجب تعظيمهم اياه وانقيادهم له فدفعه ببيان ان حقه اكد من حق الاب الحقيقى من حيث انه رسولهم ولما كان قوله من رجالكم مظنة ان يتوهم انه ابو احد من رجال نفسه الذين ولد وامنه دفعه بقوله وخاتم النبين فانه يدل على انه لا يكون ابا لواحد من رجال نفسه ايضا لانه لو بقى له ابن بالغ بعده لكان اللائق به ان يكون نبيا بعده فلا يكون هو خاتم النبين اه شيخ زاده وادرد فى الكشاف منع الملازمة اذ كثير من اولاد الانبياء لم يكونوا انبياء فانه اعلم حيث يجعل رسالته واجاب الشهاب عن ذالك بقوله الملازمة ليست مبنية على اللزوم العقلى والقياس المنطقى بل على مقتضى الحكمة الالٰهية وهى ان الله اكرم بعض الرسل بجعل اولادهم انبياء كالخليل ونبينا اكرمهم وافضلهم فلو عاش اولاده اقتضى تشريف الله له جعلهم انبياء اه

ترجمہ غالباً وجہ استدراک یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے امتِ محمدیہ کے حق میں حضرت محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی فرمائی تو اس سے یہ وہم پیدا ہوا کہ امتیوں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان ایسا کوئی امر نہیں پایا جاتا جو افراد امت پر حضور کی تعظیم اور فرمانبرداری کو واجب قرار دیتا ہو ۔ اللہ تعالےٰ نے اس وہم کو یہ بیان فرما کر رفع فرما دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حق بحیثیت رسول ہونے کے حقیقی باپ کے حق سے بھی زیادہ مؤکد ہے ۔ اور جب کہ اللہ تعالےٰ کے قول من رجالکم سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے رجال اولاد میں سے کسی کے باپ ہیں تو اللہ تعالےٰ نے وخاتم النبیین فرما کر اسے رفع فرما دیا کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاتم النبیین ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور اپنی اولاد کے مردوں میں سے بھی کسی کے باپ نہیں، اس دلالت کی وجہ یہ ہے کہ اگر حضور کے بعد حضور کا کوئی (صلبی) بیٹا باقی رہ کر حدِ بلوغ کو پہنچے تو آپ کی شان کے لائق یہ ہے کہ وہ آپ کے بعد نبی ہو، ایسی صورت میں حضور علیہ السلام خاتم النبیین نہیں ہو سکتے ۔ انتہی شیخ زادہ ۔ کشاف نے اس مقام پر منع ملازمت کا اعتراض وارد کرتے ہوتے ہوئے دلیل منع میں کہا کہ انبیاء علیہم السلام کی بکثرت اولاد نبی نہیں ہوتی کیوں کہ " اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اس کا جواب میں شہاب الدین خفاجی نے فرمایا کہ ملازمت لزوم عقل و قیاس پر مبنی نہیں بلکہ اس کا مبنیٰ مقتضائے حکمتِ الٰہیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بعض انبیاً مثلاً خلیل اللہ علیہم السلام کو ان کی اولاد کے نبی کے ساتھ تکرم فرمایا اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سب نبیوں سے اکرم اور افضل ہیں ۔ اس لئے اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے حد بلوغ تک زندہ رہتے تو عند اللہ تعالےٰ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تشریف و تکریم کے منصب خاص کا مقتضا یہ ہوتا کہ اللہ تعالےٰ انہیں نبی بنائے ۔

اہلِ علم کے لئے مقام غور

اہلِ علم حضرات بنظر انصاف غور فرمائیں کہ صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی حنفی بغدادی علیہ الرحمۃ اور صاحب فتوحاتِ الٰہیہ علامہ سلیمان بن عمر نے علماء محققین کے کلام کی روشنی میں آیہ کریمہ " ماکان محمد ابا احد من رجالکم

ولکن رسول اللہ وخاتم النبین" کی تفسیر کرتے ہوئے کس خوبی کے ساتھ استدراک کی توجیہات فرمائی ہیں اور کیسے فاضلانہ انداز میں عطف بین الجملتین کی تقریر فرمائی، اور کس شان سے کلام الٰہی میں ارتباط واضح کیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آگے چل کر علامہ سلیمان موصوف علیہ الرحمۃ نے ما کان محمد میں نفی پر کلام کرتے ہوئے تفسیر خازن سے ایسی بات نقل فرمائی کہ جس نے حقیقت حال کو پوری طرح واضح کردیا اور توجیہہ سابق میں کسی ادنیٰ تردد کے لئے بھی گنجائش نہ چھوڑی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

(قوله فلا یکون له ابن رجل بعده یکون نبیا) النفی فی الحقیقة متوجه للوصف ای یکون ابنه رجلا وکونه نبیا بعده والا فقد کان له من الذکور اولاد ثلثة ابراهیم والقاسم والطیب ویقال له ایضاً الطاهر ولکنهم ماتوا قبل البلوغ فلم یبلغوا مبلغ الرجال

(من الخازن جمل ج ۳ ص ۴۴۱) ۸۱

یعنی اس آیت میں نفی فی الحقیقت وصف کی طرف متوجہ ہے۔ اس وصف سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کا مرد بالغ ہونا اور حضور کے بعد اس کا نبی ہونا ہے۔ ورنہ اس میں شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بیٹے تھے۔ ابراہیم قاسم اور طیب۔ طیب کو طاہر بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ سب قبل البلوغ فوت ہوگئے اور ان میں سے کوئی ایک بھی مبلغ رجال کو نہ پہنچا۔ انتہی خازن

اس عبارت سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ صحت استدراک وعطف بین الجملتین اور کلام الٰہی میں ارتباط اسی تقدیر پر ہے کہ خاتم النبیین میں ختم زمانی کو مراد لیا جائے۔

لکن سے استدراک کی تیسری توجیہہ

ولکن رسول اللہ میں استدراک کی تیسری توجیہہ یہ بھی کی گئی ہے کہ جائز ہے کہ لکن سے استدراک

اس مقام پر اوّل کلام سے پیدا ہونے والے توہم کو رفع کرنے کے لئے نہ ہو جیسے "ماز ید کریم لکنہ شجاع" میں ہے بلکہ یہاں استدراک کا مفاد یہ ہے کہ مابعد لکن کے لئے وُہ حکم ثابت کیا جائے جو اس کے ماقبل کے مخالف ہے۔ جیسے عام طور پر کہا جاتا ہے۔ "ماھذا ساکن لکنہ متحرک" اور "ماھذا ابیض لکنہ اسود" بعض آیاتِ قرآنیہ میں بھی اس قسم کا استدراک وارد ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے " یا قوم لیس بی سفاھۃ ولکن رسول من رب العالمین" کیوں کہ نفی سفاہت انتفاءِ رسالت کا وہم پیدا نہیں کرتی نہ لوازماتِ رسالت مثلاً ہدایت و تقوےٰ کے انتفاء کا وہم پیدا کرتی ہے حتیٰ کہ اسے استدراک بالمعنی الاوّل قرار دیا جائے۔ (روح المعانی پ ۲۲ ص ۳۴)

استدراک اور عطف بین الجملتین پر علماء مفسرین کے ان روشن بیانات کو دیکھنے کے بعد پرستارانِ تحذیر تعصب کو چھوڑ کر انصاف فرمائیں کہ نانوتوی صاحب نے کلام الٰہی میں بے ربطی پیدا کی ہے یا جمہور امت مسلمہ نے؟

نانوتوی صاحب نے جو راستہ اختیار کیا ہے وُہ قطعاً سبیل مومنین کے خلاف ہے زیرِ نظر مضمون کو بغور پڑھنے کے بعد منصف مزاج علماء پر یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے گی۔

اس کے بعد یہ گذارش کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ عہدِ رسالت سے لے کر آج تک جن مقدس حضرات نے لفظ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ساتھ کئے انہوں نے نانوتوی صاحب کے نزدیک کلام الٰہی کو بے ربط کر دیا۔ اور بقول نانوتوی صاحب قرآن کریم میں ایسی بے ربطی پیدا کی جو اللہ تعالےٰ کے کلام معجز نظام میں قطعاً متصور نہیں۔ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ آج تک کسی نے خاتم النبیین کے معنی صحیح طور پر کئے ہی نہیں۔ چودہ سو برس کے بعد صرف نانوتوی صاحب کو یہ توفیق نصیب ہوئی کہ انہوں نے کتاب و سنّت اور اجماع امّت کے خلاف صحیح معنی کئے۔

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

نقصان قدر کا احتمال باطل ہے
غلطی نمبر ۵

پانچویں غلطی کے بابت عرض ہے کہ ختم زمانی کی تقدیر پر نقصان قدر کا احتمال تو اس وقت ہو سکتا جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کمال کے لئے لفظ خاتم النبیین کے سوا کوئی اور دلیل قرآن مجید میں نہ پائی جائے اور ہر کمال کا ثبوت اس لفظ خاتم النبیین پر موقوف ہو۔ حالاں کہ قرآن مجید میں بے شمار دلائل ایسے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مجموعی کمالات پر روشن دلالت کرتے ہیں۔ اور جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ کمالات علمی وعملی کے جامع اور تمام کائنات کے لئے مربی اور مفیض ہیں۔ مثلاً اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کے لئے وصول فیض کا واسطہ عظمیٰ اور وسیلہ کبریٰ ہیں۔

(روح المعانی پارہ ۱۷ ص ۱۰۵)

نیز آیہ کریمہ " اولئک الذین ھدا ھم اللہ فبھداھم اقتدہ " کے تحت امام رازی نے تمام کمالات نبوت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا ہے۔ دیکھئے تفسیر کبیر جلد ۔۔ لہٰذا ختم زمانی کی تقدیر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نقصان قدر کا احتمال ساقط ہے۔

غلطی نمبر ۶

اس کے بارے میں میری معروضات یہ ہیں کہ نانوتوی صاحب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف آخر النبیین کو حسب ونسب اور سکونت وغیرہ اوصاف کی طرح قرار دینا اور اس کا نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہ ماننا اس بات کو صاف ظاہر کرتا ہے کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری النبیین ہونے میں بالذات یا بالعرض کسی قسم کی کوئی فضیلت اصلاً نہیں۔ کیوں کہ وہ وصف آخر النبیین و دیگر اوصاف مذکورہ مثلاً کی مدنی یا قریشی ہاشمی کے مابین کوئی فرق نہیں سمجھتے جس کا خلاصہ یہ نکلا کہ قریشی ہاشمی ہونا اور آخر النبیین

ہونا یکساں ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ آخر النبیین ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خاص ہے اور مکی مدنی یا قریشی ہاشمی ہونے میں مسلمانکی بھی خصوصیت نہیں۔ سینکڑوں کافر مشرک اور منافقین ساکنین مکہ و مدینہ ہوئے اور بے شمار کفار و مشرکین نسب قریشی و بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔ اس کے باوجود نانوتوی صاحب کا وصف آخر النبین اور اوصاف مذکورہ میں فرق نہ کرنا درحقیقت دین کی بنیاد کو منہدم کرنا ہے۔

ہم تو وصف خاتم النبین کو بلحاظ اضافت فضیلت جانتے ہیں اور اسی لئے مقام مدح میں اس کے ذکر کو بھی صحیح اور جائز سمجھتے ہیں۔ مگر نانوتوی صاحب کا مسلک اس کے بالکل منافی ہے۔ ورنہ ان کے نزدیک اس وصف اضافی میں کسی قسم کی کوئی فضیلت ہوتی تو مقام مدح میں اس کے ذکر کو وہ ہرگز غیر صحیح قرار نہ دیتے۔

غلطی نمبر ۸

اس کے متعلق میری مختصر گذارش یہ ہے کہ نانوتوی صاحب ختم زمانی کی بجائے ختم ذاتی کو بنائے خاتمیت قرار دیتے ہیں۔ حالاں کہ نزول آیہ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے وقت سے لے کر اب تک بنائے خاتمیت تاخر زمانی کو قرار دیا جاتا رہا۔ ختم ذاتی کے تصور سے بھی سلف کے اذہان ناآشنا تھے۔ اب تیرہ سو برس کے بعد نانوتوی صاحب نے اثر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما میں مزید چھ خاتم النبین ملاحظہ فرماکر ایسی راہ نکالنے کی کوشش کی کہ چھ زمینوں کے چھ خاتم النبین بھی برقرار رہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاتم النبین ہونا بھی برائے نام باقی رہے۔ اس کی صورت اس کے سوا اور کیا ہوسکتی تھی کہ بنائے خاتمیت کے لئے تاخر زمانی کے سوا کسی اور چیز کو تلاش کیا جائے۔ لیکن جس طرح طلب مجہول مطلق محال ہے۔ اسی طرح وجدان معدوم بھی مطلق ممتنع۔ نتیجہ ظاہر ہے۔

قرآن و حدیث اجماع و قیاس میں کہیں کچھ ہاتھ نہ لگا تو بالآخر انتہائی کدوکاوش کے بعد خاتمیت کی تین شقیں پیدا کی گئیں اور ختم ذاتی کا ایک خود ساختہ مفہوم تراش کر اس کو

بنائے خاتمیت قرار دے دیا گیا۔ جس پر کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقوال علماء مفسرین ومحدثین کی روشنی میں ہم پوری وضاحت کے ساتھ رد کر چکے ہیں۔

ذاتی اور عرضی کیطرف نبوت کی تقسیم احداث فی الدین ہے۔ غلطی نمبر ۹

اس غلطی کے متعلق اتنی بات یاد رکھیں کہ درحقیقت نانوتوی صاحب کے تمام اغلاط کی بنیاد یہی غلطی ہے کہ انہوں نے نبوت کو بالذات اور بالعرض کی طرف تقسیم کر دیا۔ اور میں کتاب وسنت سے ثابت کر چکا ہوں کہ یہ تقسیم عہد رسالت سے لے کر آج تک کسی نے نہیں کی۔ قرآن وحدیث اور اقوال علمائے راسخین کی روشنی میں یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی کہ نبوت کی یہ تقسیم احداث فی الدین ہے۔

نانوتوی صاحب کے نزدیک آیہ خاتم النبین تاخر زمانی میں نص قطعی نہیں۔ غلطی نمبر ۱۰

اس کے متعلق گذارش ہے کہ نانوتوی صاحب نے جب خاتم النبین کے معنی آخر النبین کو عوام کا خیال قرار دے دیا اور بنائے خاتمیت کسی اور بات پہ رکھ دی تو اب تاخر زمانی کے لئے سوق کلام متصور ہی نہیں رہا۔ ایسی صورت میں تاخر زمانی میں آیہ کریمہ کیوں کر نص قرار پاسکتی ہے؟ حالاں کہ ساری امت کے نزدیک یہ آیہ کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبین ہونے پر نص قطعی ہے۔

اتصاف ذاتی کے لئے تاخر زمانی کا لزوم باطل ہے۔ غلطی نمبر ۱۱

اس غلطی پر سابقاً تفصیل سے لکھا جا چکا ہے، یہاں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ اگر اتصاف ذاتی کے لئے تاخر زمانی لازم ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مومن نہیں ہو سکتا، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف نبوت سے متصف بالذات نہیں بلکہ نانوتوی صاحب کی تصریح کے مطابق وصف ایمان سے بھی بالذات متصف ہیں لہٰذا جس طرح وہاں خود بخود تاخر زمانی لازم آیا یہاں بھی لازم آئے گا، ورنہ لزوم کا دعوٰے باطل ہوگا۔

اور اس پر جو عمارت تحذیر الناس میں قائم کی گئی ہے وُہ سب منہدم ہو کر رہ جائے گی۔ لیکن کیا کوئی مسلمان ایسا ہے جو یہ تسلیم کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس طرح نبی نہیں ہو سکتا، ایسے ہی مومن کا ہونا بھی محال ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) معلوم ہُوا کہ اتصاف ذاتی کے لئے تاخر زمانی کے لزوم کا قول بداہتہً باطل ہے۔

غلطی نمبر ۱۲ اس کی بابت ہم خود نانوتوی صاحب کا اعتراف تحذیر الناس سے پیش کئے دیتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں کچھ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں۔ نانوتوی صاحب فرماتے ہیں :۔

"اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقص آگیا اور کسی طفل نادان نے ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وُہ عظیم الشان ہو گیا ؎

گاہ باشد کہ کودک ناداں

بغلط بر ہدف زند تیرے

ہاں بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وُہ اگلے کہہ گئے تھے، میری نہ مانیں اور وہ پُرانی بات گائے جائیں تو قطع نظر اس کے کہ قانون محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بعید ہے، ویسے بھی اپنے عقل و فہم کی خوبی پر گواہی دیتی ہے۔" تحذیر الناس صہ ۲۵

اے کاش! اگر نانوتوی صاحب خاتم النبین کے معنی آخر النبین کو عوام کا خیال قرار نہ دیتے اور بنائے خاتمیت تاخر زمانی کے سوا کسی اور چیز پر نہ رکھتے تو ہمیں ان کی اس تاویل سے اختلاف کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

غلطی نمبر ۱۳ اس کے متعلق بھی ہم تحذیر الناس سے نانوتوی صاحب کی ایک عبارت پیش کئے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے وُہ فرماتے ہیں :۔

"ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور رتبی سے عام لیجئے تو پھر

دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی۔"
(تحذیر الناس ص۹)

اس عبارت کے بعد بھی یہ کہنا کہ نانوتوی صاحب نے خاتمیت زمانیہ کا انکار نہیں کیا، کس قدر بے معنی اور مضحکہ خیز ہے۔

غلطی نمبر ۱۴

اس کی تفصیل بیان ترتیب ہی کے ضمن میں ابتداً آگئی، وہاں لبغور ملاحظہ فرمائیں۔

ہر کمال کیلئے لفظ خاتم النبیین کو دلیل بنانا درست نہیں۔

اس بحث میں یہ امر خاص طور پر ملحوظ رہے کہ آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فضیلت میں کسی مسلمان کے لئے مجال انکار نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر کمال کا مبدأ اور تمام علمی و عملی خوبیوں کا جامع بنایا ہے اور تمام کائنات حضور ہی کے فیض سے مستفیض ہے۔ مگر اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ لفظ "خاتم النبیین" ہی کو دلیل بنایا جائے۔ اس دعوے پر کتاب و سنت میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔

مولانا کشمیری کا صاحب تحذیر سے اختلاف

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو نانوتوی صاحب کے پیش نظر اولاً وابتداً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا اظہار نہیں بلکہ اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں اپنے نظریہ کا اثبات ہے۔ انہوں نے اپنی بات کی پیچ میں جو طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ اس میں ساری امت سے منفرد ہو گئے۔ خود علماء دیوبند میں ایسے حضرات پائے جاتے ہیں۔ جنہوں نے اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں نانوتوی صاحب کی روش سے اختلاف کیا۔ دیکھئے آپ کے

مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری نے بھی اس اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر فیض الباری میں کلام فرمایا ہے۔ اور اس کے متعلق ان کا مسلک آپ کے مولانا نانوتوی صاحب سے بالکل مختلف نظر آتا ہے۔ نانوتوی صاحب اس اثر کو بالمعنی مرفوع اور سنداً صحیح قرار دیتے ہیں جیساکہ تحذیرالناس صہ۳۳ میں رقم طراز ہیں:

"تو بایں وجہ کہ بالمعنی مرفوع ہے اور باعتبار سند صحیح۔ بے شک تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔"

لیکن مولانا انور شاہ صاحب کشمیری اس کے خلاف ہیں۔ دیکھئے فیض الباری میں انہوں نے صاف طور پر لکھا:-

"والظاھر انہ لیس بمرفوع واذا ظھر عندنا منشاءہ فلا ینبغی للانسان ان یعجز نفسہ فی شرحہ مع کونہ شاذا بالمرۃ۔"

(فیض الباری جلد۳ صہ ۳۳۳)

ترجمہ: اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اثر مرفوع نہیں ہے اور جب اس کا منشاء ہم پر ظاہر ہو گیا (کہ یہ محض عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا ہوا قول ہے۔ ناقل) تو اب انسان کے لئے یہ بات لائق نہیں کہ وہ اس کی شرح میں اپنے آپ کو عاجز کر دے۔ باوجودیکہ وہ مرہ (راوی) کی وجہ سے شاذ ہے۔ انتہیٰ

تحذیرالناس پر فیض الباری کی جرح

صرف یہی نہیں بلکہ مولانا انور شاہ صاحب نے فیض الباری میں اسی مقام مولانا نانوتوی صاحب کے رسالہ تحذیرالناس کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور عجیب انداز میں اس کے انداز پر جرح کی ہے، فرماتے ہیں:

"وقد الف مولانا النانوتوی رسالة مستقلة فی شرح الاثر المذکور سماها تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس وحقق فیها ان خاتمیته صلی اللہ علیہ وسلم لا یخالف ان یکون خاتم اٰخر فی ارض اخری کما ھو مذکور فی اثر ابن عباس ویلوح من کلام مولانا النانوتوی ان یکون لکل ارض سماء ایضاً کما لارضنا والذی یظهر من القرآن کون السمٰوات السبع کلها لتلك الارض هذه" اھ فیض الباری جلد ۳ صہ ۳۳۲

ترجمہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے اثر مذکور کی شرح میں مولانا نانوتوی نے ایک مستقل رسالہ "تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس" لکھا ہے اور اس میں ثابت کیا ہے کہ اگر کوئی اور خاتم کسی دوسری زمین میں ہو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے خلاف نہیں، جب کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے اس اثر میں مذکور ہے۔ اور مولانا نانوتوی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زمین کے لئے بھی اسی طرح آسمان ہو جیسے ہماری زمین کے لئے ہے قرآنِ مجید سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ساتوں آسمان اسی زمین کے لئے ہیں۔ (فیض الباری جلد ۳ صہ ۳۳۳)

مولانا انور شاہ صاحب کا نانوتوی صاحب پر طنز لطیف

دیکھئے کس وضاحت کے ساتھ مولانا انور شاہ صاحب نے نانوتوی صاحب کے کلام کو قرآن مجید کے خلاف قرار دیا ہے۔ اس کے بعد مولانا انور شاہ صاحب نے اثر مذکور کے متعلق اپنا وہی مسلک بیان کیا ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور ساتھ ہی شاہ صاحب نے نانوتوی صاحب پر نہایت لطیف انداز میں طنز کیا ہے۔ فرماتے ہیں :-

"والحاصل انا وجدنا الاثر المذکور شاذا لا یتعلق به امر من صلوتنا وصیامنا ولا یتوقف علیه شئ من ایماننا رأینا ان نترك شرحه وان کان لابد لك ان تقتحم فی ما لیس لك به علم فقل علی طریق ارباب الحقائق ان سبع ارضین لعلها عبارة عن سبعة عوالم وقد صح منها ثلثة عالم الاجسام وعالم المثال وعالم الارواح - اما عالم الذر وعالم النسمة فقد ورد به الحدیث ایضا لکنا لا ندری هل هو عالم برأسه ام لا فهذه خمسة عوالم واخرج نحوها اثنین ایضا فالشئ الواحد لا یمر من هذا العالم الا ویاخذ احکامه وقد ثبت عند الشرع وجودات للشئ قبل وجوده فی هذا العالم وحینئذ یمکن لك ان تلتزم کون النبی الواحد فی عوالم مختلفة بدون محذور" - انتہی

فیض الباری جلد ۳ ص ۳۳۲

ترجمہ اور حاصل کلام یہ ہے کہ جب ہم نے اثر مذکور کو شاذ پایا اور اس کے ساتھ ہماری نماز اور روزے کا کوئی امر بھی متعلق نہیں نہ اس پر ہمارے ایمان سے کوئی امر موقوف ہے تو ہم نے مناسب جانا کہ اس کی شرح کو ترک کردیں اور (اے مخاطب) اگر تیرے لئے کوئی چارہ نہیں اور تو اس بات پر مجبور ہے کہ ایسی چیز میں دخل انداز ہو جس کے بارہ میں تجھے کچھ علم نہیں (یعنی اثر مذکور کے بارے میں تو ضرور کچھ کہنا چاہتا ہے) تو ارباب حقائق کے طریق پر تجھے یہ کہنا چاہیئے کہ غالباً اثر مذکور میں سات زمینوں کے لفظ سے سات عالموں کو تعبیر کیا گیا ہے۔ جن میں سے تین کا وجود تو صحت کے درجہ کو پہنچ چکا ہے، عالم

اجسام، عالم مثال، عالم برزخ۔ پھر عالم ذر، عالم نسمہ۔ تو بے شک ان دونوں کے متعلق بھی حدیث وارد ہوئی ہے لیکن ہم نہیں جانتے کہ یہ دونوں مستقل عالم ہیں یا نہیں۔ پس یہ پانچ عالم ہیں اور انہیں پانچ کی طرح دو اور بھی نکال لے۔ (تاکہ پورے سات ہو جائیں) تو ایک چیز اس عالم سے دوسرے عالم کی طرف نہیں گذرتی لیکن اس حال میں گذرتی ہے کہ اس عالم کے احکام لے لیتی ہے۔ اور بے شک ایک شی کیلئے اسکے اس عالم میں آنے سے پہلے کئی وجود شرع مطہر میں ثابت ہو چکے ہیں۔ اور اس وقت تیرے لئے بغیر کسی دشواری کے یہ ممکن ہے کہ تو مختلف عالموں میں ایک ہی نبی کے ہونے کا التزام کرلے۔

(فیض الباری ج ۳ ص ۳۳۴)

مولانا کشمیری کا تحذیر پر رد اور ہماری تائید

شاہ صاحب نے اس عبارت میں بیہقی کی تصحیح نقل کرنے کے باوجود اثر مذکور کی صحت کو تسلیم نہیں کیا اور اس کو محض لفظ شاذ سے تعبیر فرمایا۔ اسی طرح "والظاہر انہ لیس بمرفوع" کہہ کر اس کے مطلقاً مرفوع ہونے کی نفی کردی اور کسی ایک جگہ بھی اس کے بالمعنی مرفوع ہونے کا قول نہیں کیا اور صاف کہہ دیا کہ ہمارے اعمال و عقائد میں سے کوئی شی اس اثر عبداللہ بن عباس سے متعلق نہیں، اس لئے ہم اس کی شرح چھوڑتے ہیں یہ نانوتوی صاحب پر ایک قسم کا لطیف طنز ہے۔ کیوں کہ نانوتوی صاحب نے یہ تسلیم کر لینے کے باوجود کہ واقعی اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اصول دین اور عقائد و اعمال سے قطعاً متعلق نہیں اس کی شرح میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ مزید براں شاہ صاحب نے اثر مذکور میں کلام کرنے کو انتہائی طور پر ناپسند کیا اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس میں کلام کرنے کے لئے اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔ تو اسے وہ بات نہ کہنی چاہئے

جو نانوتوی صاحب نے کہی بلکہ) ارباب حقائق کے طور پر کلام کرنا چاہیے اور وہ یہ کہ سات زمینوں سے سات عالم مراد لئے جائیں اور انبیاء مذکورین سے ہر نبی کو ہر عالم میں تسلیم کیا جائے۔ کیوں کہ عند الشرع ایک شئی کے متعدد وجود ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ایک ہی نبی کا ساتوں عالموں میں پایا جانا دشوار نہیں۔

نانوتوی صاحب کے خلاف ایک اور شہادت

تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی آفندی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء محققین سے ایک اور معنی نقل کئے ہیں۔ وہ اسی حدیث آدم کادم کم کے تحت فرماتے ہیں۔

"قالوا معناہ ان فی کل ارض خلق اللہ لھم سادۃ یقومون علیھم مقام آدم و نوح و ابراھیم و عیسٰی فینا قال السخاوی فی المقاصد الحسنہ حدیث الارضون سبع فی کل ارض من الخلق مثل ما فی ھذہ حتی آدم کادمکم و ابراھیم کابراھیمکم ھو مجھول (و) ان صح نقلہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما علی انہ اخذہ عن اسرائیلیات ای اقادیل بنی اسرائیل مما ذکر فی التوراۃ او اخذ من علمائھم و مشائخھم کما فی شرح النخبۃ لک و ذا و امثالہ اذا لم یخبر بہ و یصح سندہ الی معصوم فھو مردود علی قائلہ انتھی کلام المقاصد مع تفسیر الاسرائیلیات۔

و قال فی انسان العیون قد جاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما فی قولہ تعالیٰ و من الارض مثلھن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم و آدم کادمکم و نوح کنوحکم

وابراهیم کابراهیمکم وعیسیٰ کعیسٰکم رواہ الحاکم فی المستدرک
وقال صحیح الاسناد وقال البیہقی اسنادہ صحیح لکنہ شاذ
بالمرۃ ای لانہ لایلزم من صحۃ الاسناد وصحۃ المتن نقد
یکون فیہ مع صحۃ اسنادہ ما یمنع صحتہ فھو ضعیف قال
الجلال السیوطی ویمکن ان یؤل علی ان المراد بہم النذر الذین
کانوا یبلغون الجن عن الانبیاء البشر ولا یبعد ان یسمی کل منہم
باسم النبی الذی یبلغ عنہ ھذا کلامہ وحینئذ کان لنبینا
علیہ السلام رسول من الجن اسمہ کاسمہ ولعل المراد اسمہ
المشہور وھو محمد فلیتامل انتہی ما فی انسان العیون"

(روح البیان جلد ۱۰ ص ۲۸ مطبوعہ مصر ۱۳۰۴)

ترجمہ محققین نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر زمین میں اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہے اور اس کے سردار ہیں جو ان پر ہمارے آدم و نوح اور ابراہیم و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قائمقام ہو کر ان کی قیادت و سیادت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اس حدیث کو مجہول کہا اگرچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے اس کی نقل صحیح ہے۔ مجہول ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ انہوں نے اسے اسرائیلیات یعنی بنی اسرائیل کی ان اقاویل سے لیا ہے، جو توراۃ میں مذکور ہیں۔ یا علماء و مشائخ بنی اسرائیل سے لیا ہے جیساکہ شرح نخبہ میں ہے۔ یہ اور اسی قسم کی روایات جب اخبار اور سند کے اعتبار سے نبی معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک صحت کے ساتھ پایہ ثبوت

تک نہ پہنچی ہوں تو وہ اسی شخص پر رد کر دی جائیں گی جو ان کا قائل ہے۔ انتہیٰ

اور انسان العیون میں کہا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے قول خداوندی "ومن الارض مثلھن" کی تفسیر میں حدیث نبی کنبیکم وآدم کآدم (الحدیث) مروی ہے۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور اسے صحیح الاسناد بتایا اور بیہقی نے کہا اس کی اسناد صحیح ہے۔ لیکن وہ مرہ (راوی) کے ساتھ شاذ ہے۔ یعنی اس لئے کہ صحت اسناد سے صحت متن لازم نہیں آتی کیوں کہ کبھی باوجود صحت اسناد کے متن میں ایسی بات ہوتی ہے جو صحت متن سے مانع ہوتی ہے۔ لہذا وہ ضعیف ہے۔

جلال الدین سیوطی نے کہا کہ اس روایت کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ آدم و نوح اور ابراہیم و عیسیٰ وغیرہم علیہم السلام سے وہ پیغامبر مراد ہیں جو انبیاء بشر کی طرف سے جنات کو پیغام پہنچایا کرتے تھے اور یہ بعید نہیں کہ ان پیغامبروں میں سے ہر ایک اسی نبی کے نام سے موسوم ہو جس کا وہ پیغام رساں ہوتا تھا۔ یہ جلال الدین سیوطی کا کلام ہے۔ اس وقت یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد از قوم جن تھا۔ جس کا نام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی طرح تھا اور شاید نام سے حضور کا مشہور نام مراد ہے جو "محمد" ہے۔

یہاں تامل کرنا چاہیئے۔ انسان العیون کی عبارت ختم ہوئی۔

(روح البیان جلد ۱۰ پ ۲۸ ص ۴۴ / ۴۵ طبع مصر)

روح البیان کی اس منقولہ عبارت کا مفاد حسب ذیل ہے:۔

۱ بقیہ چھ زمینوں میں جن حضرات کا ذکر اثر مذکور میں وارد ہے۔ درحقیقت وہ انبیاء اللہ نہیں بلکہ رسل انبیاء بشر ہیں اور آدم و نوح و ابراہیم و عیسیٰ علیہم السلام کے قائم مقام ہو کر ہر زمین میں

خلق اللہ کی سیادت و قیادت کے امور انجام دیتے ہیں یعنی وُہ خود انبیاء نہیں بلکہ وصف سیادت و قیادت میں انبیاء علیہم السلام کے مثل اور ان کے قائم مقام ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ مفہوم نانوتوی صاحب کی اس تشریح کے قطعاً خلاف ہے جس پر انہوں نے اپنے نظریات کی بنیاد قائم کی ہے۔ بقیہ چھ زمینوں میں جب کوئی نبی ہی نہیں بلکہ انبیاء کے قائمقام ہیں تو نانوتوی صاحب کے اس اختراعی نظریہ کی بنیاد ہی ختم ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کسی نبی کا پایا جانا حضور کی خاتمیت کے منافی نہیں۔

۲۔ امام سخاوی کے نزدیک یہ حدیث مجہول ہے اور اس کا ماخذ اقاویل بنی اسرائیل کے سوا کچھ نہیں۔

۳۔ بیہقی نے اس حدیث کی اسناد کو صحیح کہا لیکن اس کے باوجود اس کے متن کو ضعیف قرار دیا۔ نانوتوی صاحب نے بیہقی کے قول میں "اسنادہ صحیح" دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ بس یہ حدیث صحیح ہے اور یہ نہ دیکھا کہ صحت اسناد کے لئے صحت متن لازم نہیں۔ کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ سند صحیح ہو اور متن میں کوئی ایسی علت قادحہ پائی جائے جو اس کی صحت سے مانع ہو، اور اس بناء پر وہ متن ضعیف ہو۔ اس روایت میں بالکل یہی صورت پائی جاتی ہے کہ اگر تاویلات ماؤلین سے قطع نظر کر لی جائے تو ظاہر معنی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے اور یہ منافات یقیناً علت قادحہ ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف قرار پائے گی۔

نانوتوی صاحب پر صاحبِ روح المعانی کا ردِ شدید

علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں اثر مذکور کے متعلق رقمطراز ہیں:۔

"قال الذھبی اسنادہ صحیح ولکنہ شاذ بمرہ لا اعلم لابی الضحیٰ

علیہ متابعاً"

ذہبی نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ لیکن یہ شاذ بمرہ ہے۔ ابوالضحیٰ کے لئے اس پر کسی متابعت کرنے والے کو میں نہیں جانتا۔

"وذکر ابو حیان فی البحر نحوہ عن الحبر وقال ھذا حدیث لاشک فی وضعہ وھو من روایۃ الواقدی الکذاب واقول لا مانع عقلاً ولا شرعاً من صحتہ والمراد ان فی کل ارض خلقا یرجعون الی اصل واحد رجوع بنی آدم فی ارضنا الی آدم علیہ السلام وفیہ افراد ممتازون علی سائرھم کنوح وابراھیم وغیرھما فینا"

(روح المعانی پ ۲۸ ص ۱۴۳ طبع جدید ص ۱۲۵ طبع قدیم)

ترجمہ: ابوحیان نے بحر میں اس کے ہم معنی روایت حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کی ہے اس کے بعد فرمایا کہ اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں اور وہ واقدی کذاب کی روایت سے ہے۔

اور میں کہتا ہوں کہ عقلاً و شرعاً اس حدیث کی صحت سے کوئی امر مانع نہیں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ ہر زمین میں مخلوق ہے۔ جو اصل واحد کی طرف رجوع کرتی ہے۔ جیسے ہماری زمین میں بنی آدم، آدم علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور ہر زمین میں کچھ ایسے افراد ہیں جو اپنے بقیہ افراد پر اسی طرح امتیازی شان رکھتے ہیں۔ جیسے نوح اور ابراہیم وغیرہما علیہم السلام ہم میں ممتاز ہیں۔ انتہیٰ (روح المعانی پ ۲۸ ص ۱۲۵ طبع قدیم ص ۱۴۳ طبع جدید)

علامہ سید محمود آلوسی نے بھی صحت حدیث کا مدار صرف اس امر پر رکھا کہ اس حدیث میں ہر زمین میں جن حضرات کا ذکر ہے وہ انبیاء اللہ نہیں بلکہ امتیازی شان میں ان کے مشابہ ہیں۔ یہ توجیہہ صاحب روح البیان کی منقولہ توجیہہ کے عین مطابق ہے۔ اور دونوں کا مفاد یہی ہے کہ

چھ زمینوں میں انبیاء اللہ نہیں پائے جاتے بلکہ سیادت وقیادت اور عظمت و امتیازی حیثیت میں انبیاء علیہم السلام سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اور ان کی قائمقامی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کی یہ توجیہہ نانوتوی صاحب کے خلاف ناقابل رد شہادت اور ان کے خود ساختہ مسلک کی تردید شدید ہے۔

اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند ومتن اور صحت وضعف اور اس کی توجیہہ وتاویل سے متعلق جن اہم امور کو نانوتوی صاحب نے عمداً یا خطأً چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے نہایت ہی اختصار اور جامعیت کے ساتھ انہیں بیان کر دیا ہے۔ جسے بغور دیکھنے کے بعد اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہتا کہ اثر مذکور معلل وضعیف ہے۔ اور اگر بالفرض اس کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو نانوتوی صاحب کی توجیہات کتاب وسنت کے قطعاً منافی ہیں۔

نیز اس بیان سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ مولانا انور شاہ صاحب کشمیری نانوتوی صاحب کی توجیہات سے بیزار ہیں۔ اور انہوں نے بھی اسی توجیہہ کو پسند فرمایا جسے ہم عرض کر چکے ہیں۔

والحمد للہ علی احسانہ وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد

وآلہ واصحابہ اجمعین

تقریظ

از قلم فیض رقم امام المناطقہ رئیس الفلاسفہ استاذ الاساتذہ فخر الجہابذہ جامع المعقول والمنقول العلامۃ الفہامہ الحافظ الحاج مولانا عطا محمد صاحب چشتی گولڑوی دامت برکاتہم العالیہ صدر مدرس دار العلوم "مظہریہ امدادیہ" بندیال ضلع سرگودھا

(نوٹ، حضرت ممدوح نے زیر نظر مضمون کو بغور ملاحظہ فرما کر "تحذیر الناس" کی عبارت کا رد اور اعلیٰحضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کی عبارت شریفہ پر اعتراض کرنے والوں کا اجمالی جواب نہایت مدققانہ انداز میں تحریر فرما کر آخر میں زیر نظر مضمون (التبشیر برد التحذیر) کی تائید و توثیق فرمائی ہے۔ لیکن چونکہ حضرت ممدوح مدظلہ نے اپنے علمی و تدریسی مشاغل میں انتہائی مصروفیت کے باعث کمال اجمال سے کام لیا ہے۔ اس لئے تا حصول تفصیل از اں ممدوح موصوف ہم اُس رد اور اجمالی جواب کی اشاعت کو ملتوی کرتے ہوئے زیر نظر مضمون کی تائید و توثیق سے متعلق حضرت ممدوح کی تقریظ کا آخری حصہ بصد شکریہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

(ناشر)

غزالیٔ زماں محقق دوراں علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ ایسے بحر مواج کی معمولی سی لہر کا مطالعہ کرنا چاہیے جس میں حضرت موصوف نے نہ صرف اعلیٰحضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ پر زبان طعن دراز کرنے والوں کو دنداں شکن جواب دیا، بلکہ تحذیر الناس کی عبارت کو بادلائل

بے نظیر رد کر کے ہباءً منثوراً کر دیا۔ میں نے اسے گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ حضرت موصوف کے علمی تبحر اور صداقت مسلک کو ہر جگہ موجزن پایا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے انبیاءِ کرام کی عزت و عصمت پر ناپاک حملے کرنے والوں سے حفاظت کے لئے دنیائے سنّیت میں ایسے یگانۂ روزگار محقق مقرر فرمائے جو اپنے گرانمایہ علمی نکات اور بے لاگ تحقیقات کے ذریعہ ہر مخالف کے دلائل و اعتراضات کے ایسے جواب دیتے ہیں کہ کسی کو مجالِ تکلم نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو تادیر دینِ متین مسلکِ اہل سنت و جماعت کی خدمات کا موقعہ عطا فرمائے۔

آمین۔

حررہ الفقیر خادم العلماء عطا محمد الچشتی الگولڑوی

المدرس بدار العلوم مظہریہ امدادیہ فی بلدۃ بندیال ضلع سرگودھا